

اُجَلا مِرا اَنسو

سلطان صبروانی



اُجالا مرآتِ نسو

سلطان صبروانی

۱۹۷۸



فروعِ ادبِ اکادمی

لاہور — گوجرانوالہ — اسلام آباد

خوبصورت، معیاری اور
دیدہ زیب کتابوں کا اہم مرکز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	أجالا مرا آنسو
مصنف	:	سلطان صبروانی
سال اشاعت	:	۲۰۰۸ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	روپے
کمپوزنگ	:	سجاد کمپوزنگ سنٹر
ناشر	:	فروع ادب اکادمی

۸۸۔ بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

فون: ۰۵۵-۳۲۵۱۶۰۳

شاکسٹ۔ کتاب سرائے۔ الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار، لاہور

فون۔ ۷۳۲۰۳۱۸



انتساب

گمنام ادیبوں اور شاعروں کے نام

آکاش سے ٹوٹا ہوا تارا مرا آنسو
ہر سمت اُجالا ہی اُجالا مرا آنسو

فہرست

۹	دعا	☆
۱۴	نعت رسول مقبول ﷺ	☆
۲۰	آزادی کے شہیدوں کے نام	☆
۲۲	احساسِ زیاں	☆
۲۵	پاکستان کی پچاسویں سالگرہ پر قصیدہ	☆
۲۸	الوداع	☆
۳۱	آکاش سے ٹوٹا ہوا تارا مرا آنسو (غزلیات)	☆
۳۳	حیران و پریشان سراپا مرا آنسو	☆
۳۵	آج اُس کی گفتگو کا صبر لہجہ اور تھا	☆
۳۷	تعلق جب نہ رکھا کارواں سے	☆
۳۹	اندھیارے کا جادو کیسے	☆
۴۱	ماورائے گمان میں رہنا	☆
۴۳	اب نہ اقرار نہ انکار تیری بستی میں	☆
۴۵	میری بھی تھی بستی والوں سے شناسائی نہ پوچھ	☆
۴۷	روشنی کم نہ ہوئی روزِ ندر جاگتا ہے	☆
۴۹	لفظ و معنی کی ردا تن پہ سب سے بھلی	☆
۵۱	آج میرے ہی خدو خال مجھے	☆
۵۳	سنا جہادِ مسلسل ہے زندگی کیا ہے	☆
۵۵	میں کیوں حیراں، پریشاں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا	☆
۵۷	شام کے انداز دیکھے ہیں سحر معلوم ہے	☆
۵۹	نیند میں ہم خواب کو زنجیر پہناتے رہے	☆
۶۱	کسی کی یادوں اور دعاؤں کا تھا سایہ، کون تھا	☆
۶۳	تسخیرِ ممکنات کا چہرہ کوئی دکھا	☆
۶۵	تیرے خیال کی خوشبو سے گھر مہک اٹھا	☆

۶۷	چراغِ عشق سرِ رہگذر کیا میں نے	☆
۶۹	مصروفِ گریہ و کوچہ و بازار کس لیے	☆
۷۱	آج کی رات مجھے خواب سجانے دینا	☆
۷۳	بلاؤں سے اگر محفوظ گھر ہے	☆
۷۵	آئینہ کہتا رہا دیکھ لے چہرہ اپنا	☆
۷۷	لے آئی مشّتِ خاک کہاں سے کہاں مجھے	☆
۷۹	چراغ اور پھول (منظومات)	☆
۸۲	غائب سے خطاب	☆
۸۴	ذات کی تکمیل کے نئے رستے	☆
۸۵	تصویر کے دورخ	☆
۸۷	سب کا غم	☆
۸۸	پیاری بیوی کے نام	☆
۸۹	مجھے خوابوں میں رہنے دو	☆
۹۱	سوچنا	☆
۹۳	میں پیاسا ہوں میں تشنہ ہوں	☆
۹۵	ادھورا پن	☆
۹۷	اقرا	☆
۱۵۲-۹۹	غزلیات	☆
۱۶۳-۱۵۳	نظمیں	☆
۱۶۴	سہ حرفیاں	☆
۱۶۸	نذر کشمیر (مائیے)	☆
۱۶۹	سیدنا بلالؓ حبشی	☆
۱۹۲-۱۷۰	غزلیات	☆

دُعا

ربِّ زدنی عِلْمًا.



کوئی حرف شرح جمال کا
کوئی حرف نازِ کمال کا
کوئی حرف حسنِ خیال کا
کوئی حرف صبحِ وصال کا
کوئی حرف زندہ مثال کا

کوئی لمحہ شب سے پناہ کا
ہو علاجِ بختِ سیاہ کا
کوئی شعلہ اپنی ہی چاہ کا
کوئی ذکرِ عجزِ نگاہ کا
کوئی حرفِ عفوِ گناہ کا

کوئی حرف ابر بہار کا
 کوئی حرف رُوپ سنگھار کا
 کوئی حرف پھول کا پیار کا
 کوئی حرف قربت یار کا
 کوئی حرف صبر و قرار کا

کوئی حرف تشنہ کتاب کا
 کوئی حرف جاگتے خواب کا
 کوئی حرف مزدہ آب کا
 کوئی حرف برسے سحاب کا
 کوئی حرف اپنی جناب کا

کوئی حرف اُس نے کہا بھی ہو
 کوئی حرف میں نے سنا بھی ہو
 کوئی حرف چُپ کی صدا بھی ہو
 کوئی حرف میری جزا بھی ہو
 کوئی حرف تیری عطا بھی ہو

کوئی حرفِ صبحِ نجات ہو
کوئی حرفِ وجہِ ثبات ہو
کوئی حرفِ تشنگیِ دور ہو
کوئی حرفِ موجِ فرات ہو
کوئی حرفِ اپنی ہی ذات ہو

کوئی حرفِ سب کا ہو رہنما
کوئی حرفِ سب کا کرے بھلا
وہی حرفِ میرا ہو ہم نوا
وہی حرفِ مجھ کو بھی ہو عطا
کہ میں ترے در کا ہوں اک گدا

☆.....☆☆.....☆

دُعا

عشق کا تجربہ عطا کر دے
عقل سے فاصلہ عطا کر دے

حسن کو زاویہ عطا کر دے
عشق کو ضابطہ عطا کر دے

اپنی ہی ذات کو سمجھ پاؤں
خود سے یہ رابطہ عطا کر دے

بھول جاؤں میں تلخیاں ساری
لفظ کا ذائقہ عطا کر دے

مسخ چہرہ سنوار لوں اپنا
سنگ ہوں آئینہ عطا کر دے

ساحلوں کا مزاج پوچھ سکے
لہر کو حوصلہ عطا کر دے

ہو تری بارگاہ میں مقبول
لب کو وہ زمزمہ عطا کر دے

کون تفسیر درد میں جائے
متن کو حاشیہ عطا کر دے

میں کہ مفتوحِ عصر ہوں مجھ کو
سورۂ فاتحہ عطا کر دے

اب تو پتھرا گئیں مری آنکھیں
صبر کو راستہ عطا کر دے



نعت رسول مقبول ﷺ

بیکراں زیست کی تعمیر، ترے نام سے ہے
زندگی خواب ہے تعبیر، ترے نام سے ہے

تو وہ مہتاب، کیا جس نے اُجالا ہر سو
ظلمتِ عقل میں تنویر ترے نام سے ہے

ایک اک حرف تری ذات سے روشن روشن
ایک اک لفظ کی تفسیر ترے نام سے ہے

فخر یہ ہے کہ غلامِ شہِ طیبہ ہوں میں
میرے پاؤں میں یہ زنجیر ترے نام سے ہے

ہے تصور میں فقط حسن و جمالِ بطحا
دل پہ جو نقش ہے تصویر ترے نام سے ہے

بات کرنے کا سلیقہ تو نہیں ہے پھر بھی
یہ جو دھندلی سی ہے تحریر ترے نام سے ہے

سیدی انت جیبی ہے مرے وردِ زباں
دولتِ صبر کی تنویر ترے نام سے ہے



نعتِ رسول مقبول ﷺ

الفاظ بھی لے آؤں اگر کا ہکشاں سے
وہ ارفع و اعلیٰ ہیں مرے حُسنِ بیاں سے

ہر عہد کی دانش کا وہ معیار بنا ہے
جو لفظ بھی نکلا مرے آقا کی زباں سے

مطلوب ہے مقصود ہے اُس در کی فقیری
مل جائے رہائی مجھے تشکیک و گماں سے

دنیا کے ہر اک علم کو میں بھول بھی جاؤں
اک نام نہ بھولے مرے دل سے نہ زباں سے

ذہنوں کی طہارت ہے ترے اسم کی برکت
شہروں میں حرارت ترے صحرا کی ازاں سے

☆.....☆☆.....☆

آپ سے قائم عظمتِ آدم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خیر سراسر، خلقِ مجسم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صاحبِ دانش صاحبِ برہاں اُن کا ہر فرمان ہے قرآن
اُن کا ہر ارشاد ہے محکم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شامِ ازل کی صبحِ درخشاں تخلیق و تکوین کا عنوان
حسنِ مہمل نورِ مجسم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قید مکان و قیدِ زماں سے ارفع بھی آزاد بھی ہے وہ
اُتر، دکھن، پورب، پچھم، صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شہرِ مدینہ میں پھر جاؤں اور وہاں کا ہی ہو جاؤں
عمرِ ابد بھی مجھ کو ہو کم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صبر ہوا ہے حاضر در پر آہوں کا اک تحفہ لے کر
لکنت لب پر، آنکھیں پر نم صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

☆.....☆☆.....☆

نعت رسول مقبول ﷺ

بھگی پلکوں کے ستاروں کی ضیا ہو مقبول
شافعِ روزِ جزا تیری ثنا ہو مقبول

ذکر سے تیرے دل و ذہن منور ہر دم
تیری سیرت کا ہر اک گھر میں دیا ہو مقبول

لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو ملے منزلِ خیر
تیری گلیوں میں مری لغزشِ نیا ہو مقبول

حرف کی شان ہے یہ لفظ کا اعزاز ہے یہ
آپ کی مدح میں لکھا جو گیا ہو مقبول

آپ کی ذات سے منسوب مرا نام رہے
یہ غلامی یہ مرا عہدِ وفا ہو مقبول

آپ کے ادنیٰ غلاموں میں جگہ مل جائے
بس یہی ایک دعا میری دعا ہو مقبول

صبر کو پڑھنے، سمجھنے کا سلیقہ ہو عطا
صدقہٴ غارِ حرا میری نوا ہو مقبول

☆.....☆☆.....☆

آزادی کے شہیدوں کے نام

فراق رُت میں جو کی تھیں تلاوتیں کیا کیا
وصال لمحوں کی پائیلی بشارتیں کیا کیا

عبور کر ہی لیا ہم نے خون کا دریا
زمیں سے تابہ فلک تھیں مسافتیں کیا کیا

وہ اک ستارہ جلو میں ہلال ہے جس کے
بصیرتوں کو جو بخشے بصارتیں کیا کیا

یہ رُپ رُپ تبسم، یہ رنگ رنگ نکھار
یہ کن کے خون نے دی ہیں شہادتیں کیا کیا

یہ چہرہ چہرہ تکلم یہ چشم چشم خمار
یہ کن کے فیض سے پائی ہیں راحتیں کیا کیا

سلام جن کی شہادت سے ہم نے دیکھی ہیں
کلی کلی میں چمن کی نزاکتیں کیا کیا

سلام جن کے لہو سے وطن عبارت ہے
سلام جن کے لہو سے چمن سلامت ہے



احساسِ زیاں

علامہ اقبالؒ سے ایک معذرت



حاصلِ فکر و نظر محرمِ عرفاں تو تھا
 حاملِ فقر و غنا صاحبِ ایماں تو تھا
 مثلِ بوگلشنِ ہستی میں پریشاں تو تھا
 بحرِ احساس میں اک نازشِ دوراں تو تھا

تیری ہی ذات سے ملت کا بھرم قائم ہے
 حرمتِ فکر و عمل لوح و قلم قائم ہے

شمع کی مثل جلا صورتِ پروانہ اٹھا
 دامنِ چاک لئے عشق کا دیوانہ اٹھا
 دیکھنے والوں نے دیکھا کوئی مستانہ اٹھا
 اپنی ہی ذات کو پا کر کوئی فرزانہ اٹھا

تو اٹھا ملتِ مسلم کا سہارا بن کر
 تو کہ طوفاں میں رہا ایک کنارہ بن کر

111272

امتیازِ حرم و دیر بتایا تو نے
 وادیِ کرب میں گرتوں کو اٹھایا تو نے
 نغمہِ عشقِ محمد ﷺ جو سنایا تو نے
 اُمّتِ احمدِ مرسل کو جگایا تو نے

ہے ترا نام ضیا بخش سرور و مستی
 تیرے شعروں سے عبارت ہے جمالِ ہستی

ظلم اور جبر کی دیوار گرائی تو نے
 بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی تو نے
 راہ جو بھول چکے تھے وہ دکھائی تو نے
 تھی جو آواز ہماری وہ سنائی تو نے

تو نے تاریخ کے ماتھے پہ نیا نام لکھا
 زندگی جھوم اٹھی شب کا سفر ختم ہوا

تو نے ہی شب کی سیاہی کو بنایا کمتر
 تو نے ہی صبح کے ماتھے پہ سجایا جھومر
 تو نے ہی راہ کے پتھر کو بنایا گوہر
 تیری ہی فکر سے یہ قوم ہوئی ہے اظفر

تیرے ہی خواب نے پہنا ہے لباسِ تعمیر
ناحنِ عقدہ کشا تیرا ہی حسنِ تدبیر

تیری محنت، تری کاوش کا یہ انعام ملا
آرزوں کی نئی صبح کا آغاز ہوا
اک وطن قائدِ اعظم نے امانت میں دیا
ہم نے اُس گلشنِ اُمید کو دولت کیا

تجھ کو معلوم ہے کیا کام کیا ہے ہم نے
نامِ اسلاف کا بد نام کیا ہے ہم نے

گزرے برسوں کی کوئی یاد اگر ہو تو کہیں
اپنے اعمال کی بنیاد اگر ہو تو کہیں
فرد کی ذات بھی آزاد اگر ہو تو کہیں
دل ہی ناشاد ہے کچھ شاداگر ہو تو کہیں

ہم نے کیا کام کیا ہے؟ کہ تجھے اپنا کہیں
ہم خطا کار ہیں کس منہ سے ترا ذکر کریں

☆.....☆☆.....☆

پاکستان کی چچا سوئیں سا لگرہ پر قصیدہ (اہل قلم سے معذرت)

مرے وطن میں قصیدہ لکھوں ترا کیسے
کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

قلم جو دانش و حکمت کی اک علامت ہے
قلم جو مہر و محبت کی اک علامت ہے
قلم جو صبحِ مسرت کی اک علامت ہے
کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

جو تیری عظمت و رفعت کا ترجمان تھا کبھی
جو تیری عصمت و حرمت کا پاسباں تھا کبھی
رہِ وفا میں سدا فرض کا نشان تھا کبھی
کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

قلم جو واقفِ اسرار ہو رقیبوں کا
قلم جو مونس و غمخوار ہو غریبوں کا
قلم جو طالعِ بیدار کم نصیبوں کا
کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

گزشتہ خواب کی تعبیر بھی سنائے ہمیں
 ہمارے پاؤں کی زنجیر بھی دکھائے ہمیں
 جو اپنے عہد کی تصویر بھی بتائے ہمیں
 کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

جسے ہے تجھ سے محبت جو پیار کرتا ہے
 وہ اپنی ذات کو کب یوں شمار کرتا ہے
 ہر ایک لمحہ اُسے سنگسار کرتا ہے
 کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

مرے وطن تجھے سمجھوں تو کن حوالوں سے
 چھلک رہا ہے عجب زہراں پیالوں سے
 میں شب گزیدہ ہوا ہوں نئے اجالوں سے
 کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

تو حرف حرف کی صورت مرے نصاب میں ہے
 تو لفظ لفظ کی صورت مری کتاب میں ہے
 مگر یہ کون بتائے ، تو کس عذاب میں ہے
 کہاں گیا وہ قلم ، گم ہوا بھلا کیسے

بجا کہ حسنِ مجسم ہیں گلشن و صحرا
ترے پہاڑ، تری وادیاں ترے دریا
مگر یہ لوگ ہیں کس حال میں مجھے بتلا
کہاں گیا وہ قلم، گم ہوا بھلا کیسے

ہر ایک سمت مگر آج کیسی حالت ہے
جبیں کا داغ ہے یا تمنغہ ملامت ہے
میرا قلم بھی مجھے باعثِ ندامت ہے
کہاں گیا وہ قلم، گم ہوا بھلا کیسے

جو مجھ پہ قرض تھا تیرا اُسے چکا نہ سکا
جو مجھ پہ قرض تھا تیرا اُسے نبھانہ سکا
قلم جو تیرا ہی ہوتا اُسے اٹھانہ سکا
کہاں گیا وہ قلم، گم ہوا بھلا کیسے

مرے وطن میں قصیدہ ترا لکھوں کیسے



الوداع

اُس نے دھیرے سے فقط اتنا کہا، اللہ حافظ
ہے سماعت میں وہی ایک صدا، اللہ حافظ

راستوں میں جو مصیبت ہو وہ ٹلتی جائے
سایے میں دھوپ زمانے کی یہ ڈھلتی جائے
بن کے رحمت کی گھٹا ساتھ ہی چلتی جائے

ہر طرف سے مجھے آئی یہ ندا، اللہ حافظ
میرے ہونٹوں پہ رہے صبح و مساء، اللہ حافظ

صبح کا نور مری راہ کو آساں کر دے
شام کا حسن مری شام فروزاں کر دے
رات آئے تو ستاروں کا چراغاں کر دے

دور هو جائے ہر اک مجھ سے بلا اللہ حافظ
 اُس کی ہر ایک دعا، راہ نما اللہ حافظ

وقتِ رخصت تھا مرے دل کا کچھ ایسا عالم
 جیسے برسات میں ہو اُٹھی گھٹا کا عالم
 اور پھر آنسو نکل آئے تھے چھم چھم چھم

قریہ دل سے اُٹھی ایک گھٹا، اللہ حافظ
 زیر لب اُس نے کہا، میں نے سنا، اللہ حافظ



فان الله قد علم انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت
 فانه مني انك قد فعلت ما فعلت

غزليات

آکاش سے ٹوٹا ہوا تارا مرا آنسو
ہر سمت اُجالا ہی اُجالا مرا آنسو

کچھ روپ بہاروں کے ہیں کچھ رنگ خزاں کے
تصویر دکھاتا رہا کیا کیا مرا آنسو

اس گھر کو خدا جانے نظر کھا گئی کس کی
رویہ ہے ہر اک دور میں تنہا مرا آنسو

رخساروں پہ تحریر بہت صاف لکھی ہے
دیتا ہے ہر اک لمحہ دلاسا مرا آنسو

راہوں کو ہر اک طرح منور کیے رکھا
دیکھا ہے کبھی تم نے بھی جلتا مرا آنسو

مرکز کی طرف لوٹ کے آتے ہی رہے لوگ
لا ریب ، کسی گام نہ بھٹکا مرا آنسو

دیکھو تو فقط غم کا ہے اظہار و گرنہ
سوچو تو محبت کا صحیفہ مرا آنسو

اُلجھا ہے ہر اک دور میں یہ اہل نظر سے
آئینہ گردابِ زمانہ مرا آنسو

اک جیسی ہے ہم دونوں کے دکھ درد کی دنیا
جیسا ترا آنسو ہے تو ویسا مرا آنسو



حیران و پریشان سراپا مرا آنسو
گل ہوتے چراغوں کا ہے نوحہ مرا آنسو

رخسار پہ اُس شوخ کے ڈھلکا مرا آنسو
پازیب کی جھنکار سے لیٹا مرا آنسو

میں آبلہ پا تشنہ دہن دیکھ رہا ہوں
صحرا مرا چھالا ہے تو دریا مرا آنسو

اس پر بھی کسی آنکھ نے عبرت نہیں پکڑی
ہر آنکھ تماشائی تماشائی مرا آنسو

ہر جبر کی تاریخ میں اک زندہ شہادت
ہر ایک حوالے میں ہے زندہ مرا آنسو

میں خشک زمینوں کی طرف دیکھ رہا ہوں
موسم مری آنکھیں ہیں تو برکھا مرا آنسو

دل اہل زمانہ کے روپے سے ہے بوجھل
من، رونے سے ٹکرتا رہا ہلکا مرا آنسو

حیراں مری حالت پہ ہے بیکار زمانہ
منزل مری آنکھوں میں ہے رستہ مرا آنسو

☆.....☆☆.....☆

آج اُس کی گفتگو کا صبر لہجہ اور تھا
جو کبھی میرا شناسا تھا وہ چہرا اور تھا

جو مرے ہمراہ میرے گھر سے نکلا اور تھا
شام میرے ساتھ میرے گھر جو آیا اور تھا

اور تھا جو دن کے ہنگاموں میں تھا میرا شریک
شب کے سناٹے میں میرے گھر جو آیا اور تھا

صرف آوازوں سے ممکن ہی نہ تھا اُس کا سراغ
میرے گھر میں ہو رہا تھا جو تماشا اور تھا

ایک ہی منظر کو ہم دونوں نے دیکھا تھا مگر
تم نے دیکھا اور تھا یا میں نے سمجھا اور تھا

رہتے رہتے ہم اسے اب اپنا گھر کہنے لگے
ذہن میں محفوظ لیکن ایک نقشہ اور تھا

دوست بھی آتے رہے تھے غم گساری کے لیے
دُکھ ہمارے دل کو لیکن عمر بھر کا اور تھا

دیدہ و دل منتظر جس کے عبارت اور تھی
میری پیشانی پہ جو کچھ اُس نے لکھا اور تھا

اُس نے مسند پر بٹھایا تھا بڑی تعظیم سے
دیکھنے آئے تھے ہم جس کا تماشا اور تھا

میری آنکھیں کس طرح سے میرا چہرہ دیکھتیں
آئینہ اس شہر نے ہاتھوں میں تھاما اور تھا

میں ہی تھا کم فہم و کم ادراک میرا تھا قصور
ورنہ اُس کی چشم و ابرو کا اشارہ اور تھا

اور ہی کچھ کہہ رہی تھیں شہر کی ویرانیاں
اُس کی محفل میں مگر ہونٹوں پہ قصہ اور تھا



تعلق جب نہ رکھا کارواں سے
نہ جانے اب کہاں پہنچیں یہاں سے

تری یہ روشنی کس کام کی ہے
چلو! چل کر یہ پوچھیں کہکشاں سے

ہے پھر بھی زندگی جنگل میں رقصاں
ہزاروں تیر نکلے ہیں کماں سے

سمندر ہی کو جب خاموش دیکھا
نشانی کیا ملے پھر بادباں سے

محبت کی گواہی دی کسی نے
کوئی نکلا کبھی باہر مکاں سے

کشش رو کے ہوئے ہو جب زمیں کی
کریں رستہ طلب کیا آسماں سے

زمیں اُس کے لیے کیا خیر مانگے
تعلق جس نے توڑا آسماں سے

کوئی حد بھی ہے اس دشتِ طلب کی
مگر اب پوچھنا کیا رفتگاں سے

دھواں دیکھو کہاں سے اُٹھ رہا ہے
تمہارے گھر سے یا میرے مکاں سے

کئی مضمون غزل کے رہ گئے ہیں
ابھی اُٹھ کر نہ جاؤ درمیاں سے

ہمارے سر پہ سورج ہے ابھی تو
یہ سایہ صبر پھر آیا کہاں سے



اندھیارے کا جادو کیسے
پھیل رہا ہے ہر سو کیسے

کانٹوں کے انبار میں تجھ کو
مل سکتی ہے خوشبو کیسے

دل اور دل کی خود رائی پر
پا سکتے ہیں قابو کیسے

تجھ کو بھلانے پر بھی دل میں
جاگا درد کا جادو کیسے

دستِ ہوس ہے دامن گل تک
قید کرو گے خوشبو کیسے

مهر بلب ہم دیوانوں کی
بات بنی ہے آنسو کیسے

ٹھہرا ہے کس دشتِ وفا میں
ایک رمیذہ آہو کیسے

دل صحرا میں تنہا راہی
دوست بنے تھے بازو کیسے

پانی میں بھی آگ لگی ہے
ڈھلکے ہیں یہ آنسو کیسے

دل سی دولت لوٹنے والے
چین سے بیٹھے گا تو کیسے

صبر ہوا ہے صاحبِ عرفاں
درد سے خالی پہلو کیسے

☆.....☆☆.....☆

ماورائے گمان میں رہنا
اک علیحدہ جہان میں رہنا

دیکھنا آسمان کی جانب
اک ستارے کے دھیان میں رہنا

ذکر اور فکر میں کسی کا حسن
عشق کے سائبان میں رہنا

بات کرنا بڑے سلیقے سے
ذائقوں کی زبان میں رہنا

گفتگو کرنا ہر کسی کے ساتھ
ہاں مگر اپنے دھیان میں رہنا

ڈھونڈنا اور ہی فلک اپنا
اور اپنی اڑان میں رہنا

فکرِ فردا سے ہو کے بے پروا
ہر گھڑی امتحان میں رہنا

انکساری بھی وضعداری بھی
پر کسی آن بان میں رہنا

لوگ اچھے ہیں یا برے لیکن
ان کے ہی درمیان میں رہنا

دشمنی کا بھی وقت آئے گا
دوستوں درمیان میں رہنا

صبر وانی کو راس آیا ہے
شاعری کی امان میں رہنا



اب نہ اقرار نہ انکار تیری بستی میں
لوگ ہیں صورتِ دیوار تیری بستی میں

خامشی مرگ کی صورت ہے جئے جاتے ہیں
جرم ہے درد کا اظہار تیری بستی میں

ایک محفل سی سچی رہتی ہے گھر کے باہر
یہ ہے تنہائی کا آزار تیری بستی میں

اب تو آنکھوں میں غمِ دل کی حلاوت بھی نہیں
لوگ ہیں نقش بہ دیوار تیری بستی میں

خامشی اس سے بھلی حسنِ سماعت جو نہیں
ہے یہی حاصلِ گفتار تیری بستی میں

حرمِ لفظ کو سینے سے لگائے رکھیں
ہم خطا کار و گنہ گار تیری بستی میں

دل تمناؤں کا بے پایاں الاؤ لے کر
کھل اٹھا صوتِ گلزار تیری بستی میں

ہم کہ آنکھوں میں کئی خواب لئے پھرتے ہیں
ہے کوئی دیدہ بیدار تیری بستی میں

شہر صحرا ہیں یہ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے
کوئی سایہ ہے نہ دیوار تیری بستی میں

اپنی بینائی بھی دے دوں کہ جہاں روشن ہو
ہے کوئی آنکھ طلبگار تیری بستی میں

ہے مسرت کا طلبگار ہر اک شخص مگر
غم کا اک میں ہوں خریدار تیری بستی میں



میری بھی تھی بستی والوں سے شناسائی نہ پوچھ
کوچہ و بازار کا میں تھا تماشائی نہ پوچھ

میری ہر اک بات کو معنی غلط پہنائے تھے
کیسے کیسے کی گئی ہے میری رسوائی نہ پوچھ

ذکر پھولوں، تتلیوں کا اور بہاروں کا نہ ہو
کس لئے مشروط ہے یہ اذنِ گویائی نہ پوچھ

قافلے وہ نور و نکہت کے نہ جانے کیا ہوئے
خیمہ گل میں ہوئی کس کی پذیرائی نہ پوچھ

کیا شکست و فتح کے معیار تھے اور کیا ہوئے
مصلحت کیا ہے! ہماری وجہ پسپائی نہ پوچھ

اپنے خدو خال سے میں اتنا بیگانہ نہ تھا
کس نے مجھ کو میری ہی تصویر دکھلائی نہ پوچھ

بزمِ ہست و بود میں ہوں میں اگر خوار و زبوں
اُس کی رسوائی ہے یہ یا میری رسوائی نہ پوچھ

مجھ کو پابندِ نظرِ فکرِ معیشت نے کیا
کس نے میرے عزم کو زنجیر پہنائی نہ پوچھ

آشکارا کیا نہیں تجھ پر مری تنہائیاں
زیب دیتی ہے تجھے کیا عالم آرائی نہ پوچھ



روشنی کم نہ ہوئی روزِ در جاگتا ہے
آج بھی اُس سے تعلق کا اثر جاگتا ہے

یوں تو کہنے کو یہاں سارا نگر جاگتا ہے
جاگنے والا بہ اندازِ دگر جاگتا ہے

اپنے ہی سایے میں چلتے رہے چلنے والے
منزلیں طے نہ ہوئیں اب بھی سفر جاگتا ہے

مجھ کو تسلیم کہ میں خاک کا پتلا ہوں مگر
اس قدر دھیان رہے اس میں شرر جاگتا ہے

حسن الفاظ کے پیکر میں کبھی ڈھل نہ سکا
اے مری رُوحِ غزلِ حرفِ ہنر جاگتا ہے

اُس کی آواز کا جادو ہے کہ لہجے کا فسوں
مرے ہر لفظ کا اب زیر و زبر جاگتا ہے

کیا عجب ہے کہ تماشہ نہیں ہوتا کوئی
آج بھی دیدہ و روذوقِ نظر جاگتا ہے

گا ہے گا ہے کوئی آواز سنی ہے میں نے
خوف یہ کیسا ہے کیوں آج بھی ڈر جاگتا ہے

عمر بھر جاگا کئے اور یہ گھر سوتا رہا
آج ہم سونے لگے ہیں تو یہ گھر جاگتا ہے



لفظ و معنی کی ردا تن پر سچی سب سے بھلی
شاعری کی مجھ پہ یہ چھاؤں گھنی سب سے بھلی

دیکھ کر تصویر اپنی راز یہ افشا ہوا
گفتگو کارِ زیاں تھی خامشی سب سے بھلی

وہ جنہوں نے کچھ کہا اُن کو بھی کیا حاصل ہوا
ہم اگر چپ ہیں ہماری ان کہی سب سے بھلی

روشنی تھی اسقدر چندھیا گئی جس سے نظر
پر خطر راہوں میں دل کی روشنی سب سے بھلی

گا ہے دل کی دوستی پر ہم بہت نازاں رہے
گا ہے اپنے آپ سے ہی دشمنی سب سے بھلی

موت کا ہونے لگا ہر سمت ہی سب کو گماں
اس سکوں سے اک مسلسل بے کلی سب سے بھلی

رونقِ محفل تھے سب ہی کچھ نہ کچھ کہتے رہے
لیکن اک وہ بات جو ان سے سنی سب سے بھلی

کاروانِ رنگ و بو گزرا کیا، دیکھا کیے
چشمِ حیرت کی ہے دولت بس یہی سب سے بھلی

قرض کیوں مانگیں کسی سے ہم ہوا اور روشنی
اپنے آنگن کی ہوا اور روشنی سب سے بھلی

ریت کے دریا سے گر قائم رہے عزو وقار
صبر ان ذروں کی مجھ کو تشنگی سب سے بھلی



آج میرے ہی خدوخال مجھے
کر رہے ہیں کئی سوال مجھے

زندگی کس شمار میں گزری
پوچھتے ہیں یہ ماہ و سال مجھے

چاندنی رات اب کہاں ہوگی
آگیا ہے یونہی خیال مجھے

کس تمنا پہ اب کروں سچ دھج
آنہ بن گیا وبال مجھے

عمر بھر خاک میں رہا جلتا
اور اب آگ میں نہ ڈال مجھے

یہ شکایت نہیں مقدر ہے
مل گئے لوگ حسبِ حال مجھے

تیز چلتی ہوئی ہوا دنیا
تیرا آنچل ہوں میں سنبھال مجھے

نور اور خاک کا مرکب ہوں
کیوں دلاتے ہو اشتعال مجھے

اے خدا مل گئی سزا کافی
میرے رُتبے پہ کر بحال مجھے

چاند چہروں کی دوستی وانی
دے گئی کیا سے کیا خیال مجھے

☆.....☆☆.....☆

سنا جہادِ مسلسل ہے زندگی کیا ہے
کہا کہ جادۂ مقتل ہے زندگی کیا ہے

بس اک خیال ہے تخلیق کا سبب لیکن
؛ اک خیال سے او جھل ہے زندگی کیا ہے

تلاشِ مرگ فقط ایک وصل کی خواہش
بس ایک ہجرِ مکمل ہے زندگی کیا ہے

کسی کی پیاس بجھائے کسی کو ترسائے
شریر ہاتھوں کی چھاگل ہے زندگی کیا ہے

ہزار شکلیں بنا کر بگاڑتی جائے
فضا میں تیرتا بادل ہے زندگی کیا ہے

ہر ایک دل میں ہے تکمیلِ آرزو کی خلش
فسانہ غیر مکمل ہے زندگی کیا ہے

دلوں میں رقصاں ہے الہڑ جوانیوں کی طرح
بڑی ہی شوخ ہے چنچل ہے زندگی کیا ہے

کسی سکون کے صحرا میں کیوں رہے محصور
یہ بے قرار ہے بیکل ہے زندگی کیا ہے

جمال و حسن کی رعنائی بھی نظر کو دے
کسی کی آنکھ کا کا جل ہے زندگی کیا ہے

کبھی کہیں تو جھلک اس کی مل ہی جائے گی
اگرچہ نورِ مقفل ہے زندگی کیا ہے

اگر ہو دل میں کوئی اسم نور کی صورت
سیاہ راتوں کی مشعل ہے زندگی کیا ہے

☆.....☆☆.....☆

میں کیوں حیراں، پریشاں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا
اسیرِ حرفِ امکاں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

سرِ فہرست کیوں رکھا گیا تحریر کو میری
میں کس مضمون کا عنوان ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

مجھے اُس نے اسیرِ گردشِ دوراں ہی رکھا ہے
میں اک ابرِ خراماں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

زمانے ہی نے دانستہ بھلایا ہے تیر ہے
زمانے پر میں احساں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

ملائک سے مجھے سجدہ کرایا حکم اُس کا تھا
سو میں اب جزوِ ایماں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

یہ دل نازک ہے لیکن مستقر تو یہ اُسی کا ہے
اسی کا میں نگہباز ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

نہ جانے کس زمانے کو مری پہچان حاصل ہو
اسیرِ عہدِ نسیاں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

مجھے ساحل سے کیا نسبت، تعلق بادباں سے کیا
کہ میں خود ایک طوفان ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

میری قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں جہاں والے
کہ میں اب اتنا ارزاں ہوں اُسے معلوم تو ہوگا

کسی گاؤں کی کٹیا کی میں حسرت بھی ہوں حیرت بھی
کسی جگنو کا ارمان ہوں اُسے معلوم تو ہوگا



شام کے انداز دیکھے ہیں سحر معلوم ہے
زندگی ہے ایک ممنوعہ شجر معلوم ہے

ایک اُس کی ذات سے دیوار و در کا حسن تھا
آج کیا ہے صورتِ دیوار و در معلوم ہے!

آب کی خواہش ہے تو قیدِ صدف سہہ جائے
قطرہ بنتا ہے بھلا کیسے گہر معلوم ہے

ایسے موسم میں کبھی ایسی ہوا چلتی نہیں
دشکلیں یہ کس کی ہیں دروازے پر معلوم ہے

ان شکستہ کرچیوں میں داستاں تحریر ہے
قدر ان کی کیا تجھے آئینہ گر معلوم ہے

اک مسلسل اختلاف و انتشار و اضطراب
جانے کس اُلجھن میں ہے روحِ بشر معلوم ہے

صرف اپنے خون کا ہے اب زباں پر ذائقہ
عہدِ نو کو لذتِ ہر خیر و شر معلوم ہے

اک زمانے سے ہمیں آوارگی کا شوق ہے
گھر کا رستہ بھی ہمیں ہے یاد گھر معلوم ہے

تم تو بادل ہو تو پھر کیوں اسقدر ہو بے خبر
میں کہ دریا ہوں مجھے اپنا ہنر معلوم ہے

☆.....☆☆.....☆ .

نیند میں ہم خواب کو زنجیر پہناتے رہے
جاگنے والے ہمیں تعبیر سمجھاتے رہے

زندگی کو جبر کے شعلوں سے دہکاتے رہے
خود اسیر خوف ہیں جو خوف پھیلاتے رہے

لوگ کیوں حیرت زدہ ہیں ہم نے تو بس یہ کیا
صرف اپنی سوچ کو الفاظ پہناتے رہے

میں ہی تھا خود رقص میں یا یہ زمیں گردش میں تھی
اُس کے چہرے میں کئی چہرے نظر آتے رہے

تھا جنہیں دعویٰ کہ ہے لفظ و بیاں پر اختیار
حرفِ حق کے روبرو آئے تو ہکلاتے رہے

مختصر مدت میں کوئی جانتا بھی کیا ہمیں
چند لمحوں کے لیے ملتے بچھڑ جاتے رہے

پھر بھی خالی ہی رہا دستِ طلب دیدہ و رو
ہر کس و ناکس کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہے

اور کیا کرتے بھلا ہم سے اسیرِ خوش گماں
اپنے اندیشوں کی ہی تاریخ دہراتے رہے

ہم نے تو اے صبر بس دیکھا یہی کچھ روز و شب
چاند گہناتے رہے اور پھول مرجھاتے رہے



کسی کی یادوں اور دعاؤں کا تھا سایہ کون تھا
میرے گھر سے جو مرے ہمراہ نکلا کون تھا

دل کی یہ رفتار بے ترتیب سی کیوں ہوگئی
میرے سینے میں یہ کس کا نام دھڑکا کون تھا

صبح دم دیدار کی خاطر چلے آتے ہیں لوگ
رات بھر لیکن ستاروں سے جو الجھا کون تھا

جانپ صحرا چلا ہے کون یہ تشنہ دہن
اٹھ رہا ہے شور دریا سے کہ پیاسا کون تھا

میں سر راہِ وفا ہوں منتظر کس کے لیے
ملتفت نظروں سے مجھ کو کس نے دیکھا کون تھا

نیک نامی اور رسوائی میں کتنا فرق ہے
کس کی خاطر ان گلی کوچوں میں رسوا کون تھا

میں تماشہ تھا یا کوئی اور تھا اُس کا ہدف
کون جانے اُس گھڑی جو تماشا کون تھا

لکھ گیا ہے گلشن و صحرا کا یہ افسانہ کون
وہ لکیریں خون کی وہ پا برہنہ کون تھا

تھا فقط میری انا کا روپ اُس کو ناگوار
صبر اُس بزمِ طرب میں اور مجھ سا کون تھا



تسخیر ممکنات کا چہرا کوئی دکھا
اپنی نوازشات کا سہرا کوئی دکھا

اوہام اور شکوک سے باہر نکل سکیں
اے حسنِ بے حجاب سراپا کوئی دکھا

مدت ہوئی کہ تیرے سخنور اُداس ہیں
اے شہرِ دلفریب تماشا کوئی دکھا

رہ جائے اُس کی بزم میں کچھ میری آبرو
اے حرفِ اعتبارِ سلیقہ کوئی دکھا

سیراب کیسے ہوگی مری کشتِ آرزو
زم زم کہیں سبھی انہیں چشمہ کوئی دکھا

مل جائے کچھ سکون ذرا دیر کے لیے
صحرائے ہست و بود میں خیمہ کوئی دکھا

اک میری ذات سے ہے تری بزم کا وقار
ہے کون پھر بھی مجھ سا اکیلا کوئی دکھا

میں اپنی زندگی کا تقاضا سمجھ سکوں
دنیا میں مجھ کو حاصلِ دنیا کوئی دکھا

چلتا ہوں میں اندھیرے میں رستہ ٹٹول کر
اے آفتابِ علم اُجالا کوئی دکھا



ترے خیال کی خوشبو سے گھر مہک اُٹھا
پھر اُس کے بعد نگر کا نگر مہک اُٹھا

گزر گیا وہ بہاروں کو اپنے ساتھ لئے
ہر ایک دیدنی منظر مگر مہک اُٹھا

یہ کس خیال سے الفاظ جاگ اُٹھے ہیں
یہ کس کے ذکر سے حرفِ ہنر مہک اُٹھا

غزل کا لہجہ بسا ہے میری سماعت میں
ہے کس کا فیض کہ اُجڑا نگر مہک اُٹھا

بس اِک اِشارۂ ابرو کا منتظر ہی تھا
وہ اِیک حرف کہ ہے معتبر مہک اُٹھا

یہ میں نے باغ میں دیکھی ہے دوستی کی مثال
پرندہ شاخ پہ اُترا شجر مہک اُٹھا

اگرچہ چاند ستارے بھی زخم زخم ہوئے
مگر یہ سوچ کہ روئے سحر مہک اُٹھا

یہ راہ چلتے ہوئے کس نگاہ نے دیکھا
لکھا ہے نام جو دروازے پر مہک اُٹھا

یہ استعاروں، کنایوں کی کیسی خوشبو ہے
کہ پڑھنے والا ہر اک باخبر مہک اُٹھا



چراغِ عشقِ سرِ رہگذر کیا میں نے
پھر اختیارِ وفا کا سفر کیا میں نے

جو میرے دل میں تھا اُس کو گہر کیا میں نے
بس ایک لفظِ ادھرے ادھر کیا میں نے

وہ ایک لفظ کہ نا معتبر تھا دنیا میں
اُس ایک لفظ کو پھر معتبر کیا میں نے

وہ اک خیال کہ خوشبو ہے راحتِ جاں ہے
اُسی خیال کو زادِ سفر کیا میں نے

وہ ایک لفظ کہ شامل ہے میرے نام کے ساتھ
بڑے سلیقے سے اُس کو ہنر کیا میں نے

ہر اک طرف مجھے بیگانگی نظر آئی
دیارِ غیر کو جب اپنا گھر کیا میں نے

زمین کے ساتھ ہی گردش مرامقدّر ہے
کہ اس کے ساتھ فلک کا سفر کیا میں نے

مری زباں پہ رہی سورۃ فلق ہر دم
حسد نگاہ کو یوں بے اثر کیا میں نے



مصروفِ گریہ کوچہ و بازار کس لئے
نوحہ بہ لب ہیں میرے طرفدار کس لئے

دل میں تو آرزو ہی نہ تھی میرے، وصل کی
اُس نے اٹھائی ہجر کی دیوار کس لئے

ہر چند سب کے ہاتھوں میں پرچم سفید ہیں
پھر یہ مدافعت میں ہے تلوار کس لئے

سارا قبیلہ ششدر و حیران رہ گیا
اُس نے گرائی سر سے یہ دستار کس لئے

طوفان آچکا ہے مگر پہلے سوچتے
اب ڈھونڈتے ہو اپنے ہی آثار کس لئے

تم نے تو چاہا وقت کی رفتار کے خلاف
تھمتی مگر یہ وقت کی رفتار کس لئے

محروم ہو گئے ہیں سماعت سے لوگ، پھر
اشعار کس لئے ہیں یہ گفتار کس لئے

وہ رہروان شب تو کبھی کے چلے گئے
اب یہ چراغ برسر دیوار کس لئے

دیکھا نہ اپنے نامہ اعمال کی طرف
لب پر ہے اسم حیدر کرار کس لئے



آج کی رات مجھے خواب سجانے دینا
کل کی خاطر کوئی اُمید بچانے دینا

یہ جہالت تھی مری میں نے کہا روزِ ازل
زندگی بوجھ سہی مجھ کو اُٹھانے دینا

یا مجھے مہلت تکمیل عطا ہو جائے
یا مجھے اپنی ہی تصویر مٹانے دینا

ایک سورج مری منزل ہے بلاتا ہے مجھے
سایہ کہتا ہے مسافر کو نہ جانے دینا

خائفِ سنگ زنی میری طبیعت بھی نہیں
آئینہ خانہ مجھے اور سجانے دینا

کچھ خدو خال کھلیں اور ذرا بات چلے
اس کی تصویر سر بزم سجانے دینا

زہر آلود ہوائیں ہیں گھروں سے باہر
خود کو دہلیز سے باہر نہیں جانے دینا

اس لیے میں نے مناظر کو بہت یاد رکھا
لوٹ کر آنا جو چاہوں مجھے آنے دینا

☆.....☆☆.....☆

بلاؤں سے اگر محفوظ گھر ہے
نہ جانے کن دعاؤں کا اثر ہے

یہ دھرتی بانجھ ہوتی جا رہی ہے
ہنر تحریر کا کیوں بے ثمر ہے

کبھی کہتا ہوں ”میں کچھ بھی نہیں ہوں
کبھی مجھ کو ہر اک شے کی خبر ہے

کبھی اپنی نظر سے آپ اوجھل
ہر اک شے پر کبھی میری نظر ہے

نظر سے ماورا کیا کچھ نہیں ہے
نظارہ کیوں گرفتارِ نظر ہے

یہ رشتے ٹوٹتے کیوں جا رہے ہیں
ہر اک چہرہ یہاں نامعتبر ہے

یہی کچھ حسرتیں کچھ حیرتیں ہیں
مرے دامن میں انجامِ سفر ہے

اندھیروں میں اُجالا ڈھونڈتا ہوں
یہی میری نظر میرا ہنر ہے

☆.....☆☆.....☆

آئینہ کہتا رہا دیکھ لے چہرا اپنا
اب سر بزمِ طرب دیکھ تماشا اپنا

پھر بھی مفہومِ غمِ زیست ادا ہو نہ سکا
درد کے لفظ سے رشتہ تھا پرانا اپنا

اپنا سر پھوڑنے ہم لوگ کہاں جائیں گے
کوئی دیوار بنے کاش سہارا اپنا

یہ وہی قطرہ آنسو ہے جو طوفان بنا
پھیلتا جائے گا ہر سمت یہ دریا اپنا

جسم کی بات ہر اک دور میں تحریر ہوئی
روح قربان کرے کیسے اُجالا اپنا

کربلا ختم ہوئی شام کی محفل نہ سچی
اب کوئی لفظ سناتا نہیں نوحہ اپنا

ہاں وہی خاک جو مسجدِ ملائک تھی کبھی
پھر اسی خاک نے بھڑکایا ہے شعلہ اپنا

دھوپ کے شہر میں اس طرح رہے قص کنناں
اپنے ہی پاؤں سے لیٹا رہا سایا اپنا

☆.....☆☆.....☆

لے آئی مشّتِ خاک کہاں سے کہاں مجھے
حسرت سے دیکھتا ہی رہا آسماں مجھے

میں سرحدِ یقین سے باہر تھا مضطرب
آئی نظرِ حدودِ قیاس و گماں مجھے

پہلے ہر ایک بات کو پرکھا گیا بہت
محفل میں پھر بنایا گیا میہماں مجھے

لازم ہے مجھ پہ شکر ادا اس کا بھی کروں
لے آئی خود کنارے پہ موجِ رواں مجھے

میں منفعت طلب تھا سو اُلجھا رہا یونہی
سونپا گیا تھا اور ہی کارِ زیاں مجھے

تصویر میں نے اپنی ہی اس میں سجائی ہے
حیرت سے دیکھتا رہا خالی مکاں مجھے

الفاظ اُس کے ترش تھے لہجہ بھی تلخ تھا
کیا دے گئی ہے ذائقہ شیریں بیاں مجھے

کہتا رہا ہے صبر ابھی سرخ رو نہیں
ہر امتحاں کے بعد نیا امتحاں مجھے

☆.....☆☆.....☆

چراغ اور پھول

(آیت اللہ خمینی کے حضور نذرانہ عقیدت)

یہ کون آیا

کہ جس کے لب پر ہے اسمِ اعظم
ہے جس کے ہاتھوں میں دینِ حق کا عظیم پرچم

یہ کون آیا

بصیرتوں اور بصارتوں کا پیام لے کر
اس عہدِ ظلمت میں روشنی کا نظام لے کر
خدا کا لب پر کلام لے کر

یہ کون آیا

کہ جس کے لفظوں کے چاند سورج
تمام لوگوں میں نور تقسیم کر رہے ہیں
خدا کی تعظیم کر رہے ہیں

یہ کون آیا

کہ جس کے آنے سے ہر صدا

اک صدائے تکبیر بن گئی ہے

علی کی شمشیر بن گئی ہے

ہماری تقدیر بن گئی ہے

یہ کون آیا

کہ جس کی سوچوں میں عہد در عہد جاگتے ہیں

کہ جس کی آنکھوں نے آنے والے

کئی زمانوں، کئی زمینوں کو نور بخشا

ہمیں ہمارا شعور بخشا

یہ کون آیا

کہ جس کے آنے سے

خشک کھیتوں، اُجاڑ فصلوں کی آگ

گلزار بن گئی ہے

وفا کا معیار بن گئی ہے

یہ کون آیا

کہ جس کے آنے سے
سورہ فیل پھر سے اعجاز بن گئی ہے
کہ ہر ابابیل اپنی دمساز بن گئی ہے
ہماری آواز بن گئی ہے

یہ کون آیا

کہ جس کی خوشبو ہر ایک گھر میں رچی ہوئی ہے
کہ جس کی تصویر میرے دل میں سجی ہوئی ہے

یہ کون آیا

کہ جس کے آنے سے ایک عالم
محبتوں اور راحتوں کا نقیب بن کر

چمک رہا ہے

دک رہا ہے

چمک رہا ہے دک رہا ہے

14 فروری 85ء اسلام آباد ہونٹل اسلام آباد میں منعقدہ تقریب برائے

چھٹی سالگرہ انقلاب اسلامی ایران پڑھی گئی

☆.....☆☆.....☆

غائب سے خطاب

دکھائے کس نے محبت کی سادگی کے غلاف
بنایا کس نے جہانِ ستم کو وادیء قاف

گدا کو حکم کہ تنکا بھی پائمال نہ ہو
امیر کے لیے رکھے ہیں سات خون معاف

پپاسِ خاطرِ حاکم ہے ناروا بھی روا
گلے حرام ہیں سب جو رہندگی کے خلاف

ہمارے واسطے قانون ساز ہیں موجود
نہیں کہ اب نہیں باقی ضرورتِ انصاف

ریا و کذب عناصر ہیں میری فطرت کے
ترے خلوص کا سکھ رواں چہار اطراف

ترا قیاس بھی ہے اجتہاد سرتاسر
مرا بیان سراسر بیان لاف و گزاف

ترے کرم کا تقاضا مری دل آزاری
مری حیات کا مقصد ہے تیرے در کا طواف

یہ تاب اور یہ طاقت مجھے معاذ اللہ
میں اور بزم میں آواز اٹھاؤں تیرے خلاف

ترا نظام ترا ہی نظام ہے بے شک
کسے مجال جو کر دے بیاں ترے اوصاف

☆.....☆☆.....☆

ذات کی تکمیل کے نئے رستے

پہاڑ کاٹ کے ہم نے بنائے تھے رستے
خود اپنی راہ کی دیوار بن گئے رستے

ہر ایک چہرہ صلیبوں کی زد میں آیا ہے
بجھی بجھی سی اُمیدیں تھکے تھکے رستے

پہاڑ پشت پہ ہے سامنے سمندر ہے
ہماری آنکھ سے او جھل ہی ہو گئے رستے

ہے اب نصیب میں منزل نہ جادہ منزل
کہ جس طرف بھی گئے ساتھ ہی چلے رستے

کرن حرا کی ہی لاؤ، وہی بتائے گی
ہماری ذات کی تکمیل کے نئے رستے

☆.....☆☆.....☆

تصویر کے دورخ

(1)

میرے امکاں میں ہیں یہ ارض و سما
 میری پرواز آسماں سے بلند
 مجھ کو لوح و قلم پہ قدرت ہے
 خالق کائنات کی سوگند
 میرے مسکن میں ہے وہ خاص جگہ
 جس کے جبریل پر بھی ہیں در بند
 میرے حسنِ عمل میں ایسے اصول
 فطرتِ ایزدی بھی ہو پابند
 میرے حسنِ عمل کے دامن میں
 مانلِ سجدہ رفعتِ الوند
 میں ہوں مختار کائناتِ کل
 پیش تقدیر کے بھی ہیں لب بند
 طائرِ وقت ہے قفس میں مرے
 میں نہیں وہ کہ وقت کا پابند

(2)

شاعرِ خوش بیاں ادھر بھی دیکھ
زندگی اور ظلمتوں کا کفن
ماتم زیت کر رہی ہے سن
رخ سے گیسو اٹھائے سمیں تن
دیکھ سکتا ہے دیدہ بینا
عشرتوں کی جبین پہ غم کی شکن
اُبھرے لاکھوں ہی آفتاب مگر
دل پہ پھر بھی وہی ہے داغ کہن
ہے اگر اہتمامِ رنگ و بو
کیوں فسردہ ہے پھر بہارِ چمن
کس قدر ہے حسین نظام ترا
ہر قدم پر بنے ہیں دار و رسن
سچ تو یہ ہے میں صاف ہی کہہ دوں
تیری دنیا ہے دارِ رنج و محن

☆.....☆.....☆.....☆

سب کا غم

میری بیوی، سوئی ہوئی ہے
 میرے بچے اپنے اپنے کمروں میں
 سب سوئے ہوئے ہیں
 لیکن..... میں ہوں، شب کا مسافر اور اکیلا
 تنہا، تنہا، جاگ رہا ہوں
 تاکہ ان کے بھاگ بھی جاگیں

میری بیوی، میرے بچے
 دیکھ رہے ہیں سندر سنے
 اور..... ان کی سندر آسائیں
 میری نظر میں ناچ رہی ہیں

فرد کی اپنی ذات بھی کیا ہے
 فرد کا اپنا کنبہ کیا ہے
 میری ذات اور میرا کنبہ
 نا آسودہ ایک تمنا
 پھیلا ہر سو جاں یہی ہے
 ساری قوم کا حال یہی ہے



پیاری بیوی کے نام

میں نے تجھ کو دیکھا ہے
تو سوئی ہے سدھ بدھ کھو کر
دن بھر کے کاموں سے تھک کر
جانے کیا کچھ دیکھتی ہوگی

سندرتا

سپنوں کی دنیا

لیکن پیاری

صبح کو جب تو جاگ اٹھے گی
ڈھے جائیں گے سارے سپنے
خوابوں کی دنیا ہے پیاری
لیکن..... غم اور جیون بھر کے

ہیں اس سے بھی بڑھ کے پیارے
اٹھ ان کو سینے سے لگالے
غم بھی سارے ڈھے جائیں گے
خواب حقیقت بن جائیں گے

☆.....☆☆.....☆

مجھے خوابوں میں رہنے دو

مجھے خوابوں میں رہنے دو

مجھے خوابوں میں رہنے دو

حقیقت آئینہ ہے، آئینے سے خوف آتا ہے
 کتابوں اور صحیفوں میں دعا کے حرف جتنے تھے
 مجھے لوری سنانے کے بہانے لب پہ آتے تھے
 میں اپنے آنسوؤں کے موتیوں سے گیت بناتا تھا
 نئی خواہش، نئے خوابوں کی میں تعبیر لکھتا تھا
 غمِ دل کی ہر اک آیت کی خود تفسیر لکھتا تھا

ترا بچپن، تری معصومیت جب یاد آتی ہے
 فضا میں ایک خوشبو آشناسی پھیل جاتی ہے
 ترے لکنت زدہ ٹوٹے ہوئے الفاظ کے معنی
 مری حسنِ سماعت کو دھنک کے رنگ دیتے تھے
 مرے جذبوں کو کیا کیا لذتِ تقریر دیتے تھے

میں دل کے شہر کے موسم کی خوشبو ساتھ رکھتا تھا
 پرندے وصل کے پیغام کا مژدہ سناتے تھے
 فضا میں ہر سے بس ایک خوشبو سی بسی رہتی
 افق پر ہر گھڑی قوس قزح تحریر سی لکھتی

کوئی پر ایک سے لمحوں میں کب تک زیست کر پایا
 فضا تبدیل ہونے میں بھلا کیا دیر لگتی ہے

دعاؤں اور وفاؤں کا ثمر بھی رائیگاں نکلا
 وفا کے بادبانوں کو یہاں ساحل نہیں ملتا
 تصور کے جزیرے پر ہوا کشتی نہیں لاتی

زمانہ بیت جاتا ہے

وجودِ درد دیتا ہے

حقیقت آئینہ ہے آئینے سے خوف آتا ہے

مجھے خوابوں میں رہنے دو

مجھے خوابوں میں رہنے دو

☆.....☆☆.....☆

سوچنا

مرے بچو!

سنو جب مدرسہ جانے لگو

توبات اتنی ذہن میں رکھنا

کہ تم.....

کچھ لفظ اپنی راہ میں ایسے بھی پاؤ گے

کہ جن کی دل کشی میں گم ہوئے تو بھول جاؤ گے

کہ تم..... کیا ہو،

تمہارا..... کیا ارادہ تھا

کہ تم..... کس کام سے نکلے تھے

گھر سے کس لئے آئے

مرے بچو!

سنو گلی کے موڑ سے آگے

بڑی سڑکیں، بڑے چوراہے، دیکھو

غور سے سوچو

کہ ان میں کون سی ہے وہ سڑک وہ راہ

جس پر تم کو جانا ہے

گوہر مقصود لانا ہے

مرے بچو!

سنو جب مدرسہ پہنچو

کتابوں میں لکھی تحریر کو سمجھو اور..... پہچانو

تو اتنی بات اپنے ذہن میں رکھنا

کتابوں میں لکھے سب حرف بالکل سچ نہیں ہوتے

کتابوں میں لکھی تحریر پس منظر بھی رکھتی ہے

تمہیں یہ بھی تو کرنا ہے

کہ منظر دیکھنا ہے اور پس منظر سمجھنا ہے

اپنا گھر سمجھنا ہے

کتابوں میں لکھے الفاظ، اُن کے رنگ، خوشبو، خوب پہچانو

کہ رنگوں اور خوشبوؤں کا راستہ

باغ ہی کے سمت جاتا ہے

کہ جو رنگوں کی دنیا ہے

کہ جو خوشبو کا مسکن ہے

تمہارا اپنا مسکن ہے

تمہارا اپنا گلشن ہے

☆.....☆☆.....☆

میں پیاسا ہوں، میں تشنہ ہوں

مجھے تقدیر نے آسب کے صحرا میں لا پھینکا
 جہاں تک بھی نظر جاتی ہے
 بے آب و گیا..... وادی کا منظر ہے
 کہ بربادی کا منظر ہے
 مری ماں کی نگاہوں میں تلاشِ آب جاری ہے
 زباں پہ ورد جاری ہے
 نہ جانے کن زمانوں..... موسموں سے وہ
 تلاشِ آب میں یوں برہنہ سر..... ننگے پاؤں
 دوڑے جاتی ہے
 بھاگے پھرتی ہے
 کسی کوہِ صفا، یا کوہِ مروا سے
 صدائے مستجاب آتی نہیں

تشنہ حرفوں، بے صد لفظوں کے سوالوں کا
جواب لاتی نہیں

مرے پاؤں کی ایڑی سے کوئی زم زم نہیں پھوٹا
مرا آسیب کے صحرا سے رشتہ کیوں نہیں ٹوٹا
مرے تن پر مری بے چارگی کا اک لبادہ ہے
شکستہ لب مرے حرفوں کی صورت تشنگی کا لفظ لکھتے ہیں

میں پیاسا ہوں

میں تشنہ ہوں

تلاش اب جاری ہے

زماں پرورد جاری ہے

☆.....☆☆.....☆

ادھورا پن

زمین و آسماں کے درمیاں
تخلیق جو بھی کچھ ہو اب تک
کسی حد تک..... حسین اور خوبصورت ہے
مگر پھر بھی نہ جانے کیوں
یہی احساس ہوتا ہے
یہ سب کچھ نامکمل ہے

طلوع صبح سے لے کر
غروب شام تک..... لمحے
سبھی باور کراتے ہیں
یقین مجھ کو دلاتے ہیں
یہ سب کچھ نامکمل ہے

ہراک شب کے گزرنے پر
 نئی اک رات دیکھی ہے
 ہراک سورج نکلنے پر
 زمیں تاریک دیکھی ہے

نمو کی فصل یوں گزری
 شجر..... سب بے ثمر پائے
 ملے..... بس دو گھڑی سائے

ہراک ساون گزرنے پر
 زمیں کو بانجھ ہی پایا
 یہی احساس ہی اُبھرا
 یہ سب کچھ نامکمل ہے

فنا ہوتے ہوئے یہ زندگی محسوس کرتا ہوں
 ہراک شے میں کسی شے کی کمی محسوس کرتا ہوں

☆.....☆☆.....☆

اقراء

ابھی میں دیکھ سکتا ہوں
ابھی میں سوچ سکتا ہوں
مرے اعضاء سلامت ہیں
مری بینائی باقی ہے
ابھی میں پڑھ تو سکتا ہوں
ابھی میں لکھ تو سکتا ہوں
ابھی الفاظ و معنی سے
مرا.....رشتہ سلامت ہے
بدن میں بھی حرارت ہے
ابھی تک تو میں زندہ ہوں
مرا موجود ہونا ہی
گواہی ہے، شہادت ہے

یہی تو حکم ربی تھا
 یہی تو حکم ربی ہے
 کہ اقر الفظِ اول تھا
 یہی اک لفظ آخر ہے

مگر..... جب پڑھنا چھٹ جائے
 مگر..... جب لکھنا رہ جائے
 کتابوں سے ہر اک رشتہ
 معانی اور لفظوں سے
 تعلق اور نہر ناتا
 اگر یوں ٹوٹا جائے
 تو پھر..... ہم کیسے زندہ ہیں
 تو پھر..... یہ زندگی کیسی
 حرارت، روشنی کیسی
 اندھیرا ہی اندھیرا ہے
 اندھیرا ہی اندھیرا ہے
 جہاں تاریک ہو جائے
 فنا نزدیک ہو جائے

☆.....☆☆.....☆☆

وہم ہے تجھ کو کہ حالات سنور جائیں گے
ہم سنورنے کے نہیں اور بکھر جائیں گے

آج جو دل کو لبھاتے ہیں مناظر تیرے
ایک دن یہ بھی نگاہوں سے اتر جائیں گے

جن ستاروں نے مری رات کو روشن رکھا
صبح دم، سوچ رہا ہوں کہ کدھر جائیں گے

گردشِ وقت ہی تقویم نئی لکھے گی
یہ ترے چاند ستارے بھی ٹھہر جائیں گے

زر سکوں بخش ہے معبود بنا لیں گے اسے
لوگ اقرارِ وفا ہی سے مکر جائیں گے

چھاؤں مطلوب اگر ہے تو کریں ترکِ سفر
یہ ترے ساتھ بھلا کیسے شجر جائیں گے

اپنے گاؤں سے نہ ہجرت کریں بستی والے
چڑھتے دریا تو کسی روز اتر جائیں گے

شہر پر پیچ ہوئے جاتے ہیں لیکن دل میں
ایک اُمید کسی روز تو گھر جائیں گے

☆.....☆☆.....☆

اب تو کچھ بھی اے دل ناکام یاد آتا نہیں
ہم کہاں تھے، صبح سے تا شام یاد آتا نہیں

ایسی خاموشی کہ خود سے گفتگو نہ ہو سکے
ایسا سناٹا کہ اپنا نام یاد آتا نہیں

خوشبوئیں ساکن، ہوا خاموش سبزہ دم بخود
کوئی سندیسہ کوئی پیغام یاد آتا نہیں

پیشتر اس سے کہ دن ڈھل جائے منظر دیکھ لیں
پھر کوئی بھی کام وقتِ شام یاد آتا نہیں

تھے کبھی ہم بھی جہاں میں کامران و سرخرو
کیا تھے اے گردشِ ایام یاد آتا نہیں

آج کا منظر بھی کچھ کل سے نہیں ہے مختلف
کیا تھے کچھ بھی سپاہِ شام یاد آتا نہیں

ہم بھی لے بیٹھے ہیں اپنا قصہء ہجر و وصال
ہم سے پہلے کیا ہوا انجام یاد آتا نہیں

کیا تمیز حسن کرتے صبر یہ اہلِ ہوس
کیوں ہوئے ہم شہر میں بد نام یاد آتا نہیں



کسی کی قدر و قیمت کچھ نہیں ہے
شرافت یا حمیت کچھ نہیں ہے

خود اپنے آپ سے لڑتے رہے ہیں
یہاں فتح و ہزیمت کچھ نہیں ہے

سفر جو طے ہوا تنہا ہوا ہے
کسی کی بھی رفاقت کچھ نہیں ہے

سرسا حل لکیریں کہہ رہی ہیں
یہاں نقشِ فضیلت کچھ نہیں ہے

کسی سے حالِ دل کہتے یا سنتے
کسی کے پاس فرصت کچھ نہیں ہے

اُڑے جاتے ہیں ہم تنکوں کی صورت
کہ حرفِ استقامت کچھ نہیں ہے

عنایتِ خونِ دل کی ہے وگرنہ
بدن کا روپ، رنگت کچھ نہیں ہے

لبوں پر شکر ہے اور خامشی ہے
کوئی وجہ شکایت کچھ نہیں ہے

☆.....☆☆.....☆

روش روش کے مناظر، شجر شجر آنکھیں
ہر ایک لمحہ سے آگاہ، باخبر آنکھیں

بیان کیسے کریں لذتِ نظر آنکھیں
ہر ایک گھر میں مقید نگر نگر آنکھیں

ہزار عہدِ مسرت نے جال پھیلانے
مصالحت سے گریزاں رہیں مگر آنکھیں

چمکتے دن کا اُسے حسن کیا نظر آئے
دلِ سیاہ کو روشن ملیں اگر آنکھیں

ابھی گوارا نہیں ہے کسی نظر میں قیام
تلاش میں ہیں ابھی لذتِ سفر آنکھیں

اسیرِ حلقہٴ دامِ ہنر ہوئیں پھر بھی
یہ دیکھ لیتی ہیں تاریخ سے ادھر آنکھیں

عجیب صورتِ لیل و نہار رہتی ہیں
کبھی ہیں شام کی صورت کبھی سحر آنکھیں

نہ منفعت کی تمنا نہ آرزو کوئی
اٹھائے پھرتی ہیں خمیازہ دگر آنکھیں

☆.....☆☆.....☆

بہت آسانیاں ہیں مشکلوں میں
کوئی حیرت نہیں اب آئینوں میں

خدا رکھے سلامت تم کو لہرو
بھنور بھی یاد رکھنا ساحلوں میں

یقین و خیر کی منزل کہاں ہے
گھرے بیٹھے ہیں ہم تو واہموں میں

تعلق تم سے کیا ظاہر کریں ہم
کہ اب باقی رہا کیا رابطوں میں

شکستہ ، ششدر و حیراں پڑے ہیں
ہماری شکل تھی جن آئینوں میں

کہاں سے حرفِ حق سننے میں آئے
زبانیں گھل رہی ہیں ذائقوں میں

عدالت محترم تھی، محترم ہے
تو پھر کیا ڈھونڈنا ان فیصلوں میں

لبوں پر لفظ لکھے ہیں دعا کے
امید شمع جلتی ہے دلوں میں



دکھایا اُس نے عجب شعبدہ زمانے میں
کہ اُس کے بعد نہ تم تھے نہ ہم فسانے میں

وہ میرے لفظوں کی زد پر تو آ گیا ہی تھا
ذرا سی چوک مگر ہو گئی نشانے میں

بس اک تبسم گل رنگ میرے نام ہوا
پھر ایک عمر لگی قرض کے چکانے میں

زباں پہ آ ہی گیا حرف حق مرے آخر
اب اُس کو عذر ہے کیا زہر کے پلانے میں

بس ایک لمحہ ہی کافی تھا آزمائش کو
ہمیں تو عمر لگی اُس کو آزمانے میں

وہ ایک شے کہ گری اور پھر نہ مل پائی
ذرا سی بھول ہوئی تھی اُسے اٹھانے میں

تمہاری نظرِ کرم کی اسے ضرورت ہے
ہماری عمر لگی ہے یہ گھر بسانے میں

میں تیری چادرِ افلاک سر پہ اوڑھ تو لوں
ذرا سی دیر ہے پر حاشیہ لگانے میں

☆.....☆☆.....☆

جب کسی لب پہ تعلق سے دعا اترے گی
بن کے تاثیر دعا ردّ بلا اترے گی

دور سے آتی ہوئی ایک صدا اترے گی
کوہساروں سے لئے ساتھ گھٹا اترے گی

اب وہی عیب چھپائے گی زمانے بھر کے
آسمانوں سے اگر کوئی ردا اترے گی

ہجر میں جو مرے ہر رنج کو راحت بخشے
اور کیا شے تری یادوں کے سوا اترے گی

بارہا جس نے بجھائے تری یادوں کے چراغ
بہر تحسین۔ وہی موجِ ہوا اترے گی

کھلتے ہی جائیں گے الفاظ کے اسرار و رموز
مجھ پہ توفیقِ ہنر عقدہ کشا اترے گی

میں چلا جاؤں گا لاک اور زمانے کی طرف
میری ہی شکل مگر مجھ سے جدا اترے گی

تو بھی ڈوبا ہوا حیرت میں نظر آئے گا
جب تعارف کے لیے میری انا اترے گی

☆.....☆☆.....☆

اُس کی خوشبو اور میری گفتگو سب رائیگاں
اے لبِ اظہار تیری جستجو سب رائیگاں

کوئی سنتا ہی نہیں کوئی سمجھتا ہی نہیں
ذکر اُس کا، فکر اُس کی کو بہ کو سب رائیگاں

صبح کا منظر بھلا شب زادگاں کیا جانتے
صبح کی خاطر بہا جو بھی لہو سب رائیگاں

آج گلشن کی جو حالت ہے کوئی کیسے کہے
لوگ کیا کیا تھے وقارِ رنگ و بو سب رائیگاں

جن کے شعلوں کی لپک میں روشنی تھی ہر طرف
ایسے نغمے تھے کبھی زیبِ گلو، سب رائیگاں

حسرتوں اور آرزوؤں کے دیے اب کیا کہیں
تھے کبھی ویراں شبوں کی آبرو سب رائیگاں

کتنی سچ دھج سے چلے تھے جانبِ صحرا کبھی
کیا ہوئے وہ کاروانِ رنگ و بو سب رائیگاں

☆.....☆☆.....☆

کیجئے اب کیا سوال اور مانگئے کس سے جواب
ہم نے رسوائی کے رستے کا کیا خود انتخاب

گھپ اندھیرے کی طرف بڑھتے رہے اپنے قدم
آفتابِ زیست کیسا اور کیسا ماہتاب

راسِ آخر آگئی پردیس کی آب و ہوا
گھر کی صورت بھولتے جاتے ہیں ہم خانہ خراب

کیا بتائیں ہم کہ ہم تو نیند سے جاگے نہیں
کوئی تعبیر ہے اور کون سا دیکھا تھا خواب

بادلوں کی سمت اب کیا دیکھنا ، کیا سوچنا
بس کہ ہم تشنہ لبوں کو ایک ہیں آب و سراب

صرف اک لمحے کو اٹھی تھی نگاہ التماس
آسمانوں سے اتر آئے زمینوں پر عذاب

دوستوں کے بھی مرے سر پر بہت احسان ہیں
پہلے اپنے دشمنوں سے مجھ کو لینا ہے حساب

☆.....☆☆.....☆

کیا مری رُوح کی روداد لکھی جائے گی
کیا مرے جسم کی فریاد سنی جائے گی

مسکراتے ہوئے لہجے میں کہی جائے جو
کیا تری بزم میں وہ بات سنی جائے گی

مجھ پہ جو دھوپ نے احسان روا رکھے ہیں
کیا وہ روداد بھی سایے میں لکھی جائے گی

کیا مجھے یونہی سراہوں سے بہلنا ہو گا
کب تک پیاس یہ ہونٹوں پہ لکھی جائے گی

آج تک جس نے مجھے سایے سے محروم رکھا
کب وہ دیوارِ نسلیقے سے چُٹی جائے گی

میں محبت کا پجاری ہوں مری ہار کے بعد
سچ کی تلوار مرے ساتھ رکھی جائے گی

میں نے الفاظ و معانی کو سجایا جیسے
یہ روایت بھی مرے ساتھ چلی جائے گی

☆.....☆☆.....☆

یوں قبول اپنی دعا ہونے لگے
ہم نے جو دل پر لکھا ہونے لگے

درد کے لمحے دوا ہونے لگے
ہم سزا وارِ عطا ہونے لگے

نغمے تاروں کے یہاں خاموش ہیں
رنگ پھولوں سے جدا ہونے لگے

کل ہمارا خوبصورت عہد تھا
دیکھنا ہم کیا سے کیا ہونے لگے

ہر جگہ نمود آتے ہیں نظر
کیا سبھی پتھر خدا ہونے لگے

اب سنورنے کا زمانہ آ گیا
آئینے سے آشنا ہونے لگے

اے خدا ایسی ہو تاثیرِ زباں
ہر دعا برّہٴ بلا ہونے لگے

☆.....☆☆.....☆

ذائقہ لب پہ عجب حرفِ دعا نے رکھا
خوب مصروف مجھے میرے خدا نے رکھا

دائرے میں ہی کٹی عمر کہ رستہ نہ ملا
مجھ کو اُلجھن میں ہی نقشِ کفِ پانے رکھا

ہر گھڑی میری نظر اپنی زمیں پر ہی رہی
گرچہ پرواز میں مصروف ہوا نے رکھا

اک مری فکر بنی عقدہ کشا آخرِ کار
جب پریشان مجھے میری صدا نے رکھا

خلعتِ غیر مرے جسم پہ سجتی ہی نہیں
میرا اعزاز فقط میری قبا نے رکھا

چشمہ آبِ بقا ڈھونڈنے والے سن لے
نقش محفوظ فقط ریگِ فنا نے رکھا

میں کسی دستِ سخاوت کا طلبگار نہیں
دربدر مجھ کو فقط میری انا نے رکھا



صبح سے میں بھی خائف ہوں اب آؤ رات شمار کریں
چاند ستارے جگنو کب تک سورج زیر بار کریں

دریا کے اُس پار ہے کیا کچھ، یہ تو بعد کی باتیں ہیں
یہ دریا جو برف زدہ ہے اس دریا کو پار کریں

فرزانوں کی اس بستی میں ایک تماشہ اور سہی
جس نے خود کو پہچانا ہے آؤ اُسے سنگسار کریں

رستے مشکل بھی ہوتے ہیں راہیں کھوٹی بھی ہوتی ہیں
جو لے جائے اپنے گھر تک وہ رستہ ہموار کریں

گلشن گلشن پھول کھلے ہیں ان کا بھی پیغام سنیں
خوشبو مٹی میں ہوتی ہے اس کا بھی اقرار کریں

عمر کے اس حصے میں آ کر کیا بتلائیں کیا دیکھا
باتیں بھی کچھ کر ہی لیں گے سانس ذرا ہموار کریں

میرے اندر کی تاریکی کس مشکل میں ڈال گئی
وانی اس کا کھوج لگائیں یا اپنا انکار کریں



اسے ہر پیش و پس سے دُور رکھا
کہ دل میں نے ہوس سے دور رکھا

اُسے خطرہ تھا اپنے آسماں کا
ہماری دسترس سے دور رکھا

مگر صیاد کتنا مہربان ہے
نظاروں کو قفس سے دور رکھا

یہ میرِ کارواں کو کیا ہوا ہے
صداؤں کو جس سے دور رکھا

فقط اک سانس میری زندگی ہے
اُسے بھی میرے بس سے دور رکھا

بلائی ہے زمیں آغوش اُس کو
جسے خاشاک و خس سے دور رکھا

کہاں تقویمِ دنیا کی مکمل
ہر اک لمحہ برس سے دور رکھا

☆.....☆☆.....☆

میں اُس کی جستجو میں سوچتا ہوں
نہ جانے دُور کتنا آ گیا ہوں

ہر اک سے صلح کرنی پڑ رہی ہے
خود اپنے آپ سے جنگ آزما ہوں

لبوں سے پیاس کا رشتہ نہ ٹوٹے
ترے در تک تو ساقی آ گیا ہوں

محبت کیا ہے اور کیوں ہے ضروری
میں اس نکلتے پہ اکثر سوچتا ہوں

نظر آتا نہیں جب اپنا چہرہ
تو پھر کیا آئینوں میں ڈھونڈتا ہوں

مجھے معلوم ہے تیری حقیقت
میں اپنی ذات پر افشا ہوا ہوں

نئی دنیا سے ڈر لگتا ہے مجھ کو
پرانے راستوں پر چل رہا ہوں

☆.....☆☆.....☆

ہاں وہی نقشِ وفا ، نقشِ فضیلت ہوں میں
آج دنیا کے لیے وجہِ قیامت ہوں میں

آخرش اُٹھ نہ سکا بارِ امانت مجھ سے
جا بجا لکھا ہوا حرفِ ندامت ہوں میں

اپنی ہی ذات کی دلدل سے نہ نکلا اب تک
آج تک طے نہ ہوئی ایسی مسافت ہوں میں

کوئی بھی سن نہ سکا ایسا فسانہ میں ہوں
کوئی بھی کہہ نہ سکا ایسی حکایت ہوں میں

طے بھلا کیسے کروں زیست کا پُر خار سفر
اُس کو بھی مجھ سے گلا جس کی رفاقت ہوں میں

میری نادیدہ خیالوں پہ حکومت تھی کبھی
آج الفاظ میں اُلجھی ہوئی لکنت ہوں میں

میں نے اُلفت کے تصور کو بدل ڈالا ہے
عہدِ حاضر میں فقط ایک مصیبت ہوں میں

☆.....☆☆.....☆

لب پہ ایسا سوال کیوں آیا
ہجرتوں پر ملال کیوں آیا

ہم سے روشن عروج کا سورج
پھر یہ ہم پر زوال کیوں آیا

طرزِ احساس کیوں ہوا تبدیل
لحہء احتمال کیوں آیا

آج تک جو حجاب ہی میں ہے
ہم کو اُس کا خیال کیوں آیا

آج اپنے ہی گھر سے لوگوں کو
واپسی کا خیال کیوں آیا

ہم سے بنجر ضمیر لوگوں پر
خیمہ برشگال کیوں آیا

وادی ہجر کیا تمام ہوئی؟
صبر شہر وصال کیوں آیا

☆.....☆☆.....☆

روایتوں کا قلم سے ہے واسطہ اب تک
دیا کسی سے غزل کا نہ بچھ سکا اب تک

یہ روشنی جو میرے ساتھ ساتھ رہتی ہے
یہی ہے تیری محبت تری عطا اب تک

اسی لیے تو نبھی جا رہی ہے دنیا سے
کہ درمیان ہمارے ہے فاصلہ اب تک

کبھی جہاں کو کبھی خود کو دیکھ لیتا ہوں
ہے میرے پیش نظر ایک آئینہ اب تک

ہر اک کو چاند سے رغبت ہے روشنی سے نہیں
کوئی فلک سے ستارے نہ لاسکا اب تک

ہم اپنے عہد کے مہجور بھی مہاجر بھی
بس ایک در کہ ہمارے لئے ہے وا اب تک

یہ کس کی یاد دلوں میں نکھار لائی ہے
یہ کیسے عہد خزاں میں ہے گل کھلا اب تک

☆.....☆☆.....☆

عیب ہی آئے نظر جتنے ہنر ہم کو ملے
کیسے کیسے طعنے تشنئے عمر بھر ہم کو ملے

اب یہاں آتی نہیں کوئی خبر کیسی بھی ہو
کس قدر غم خوار یہ دیوار و در ہم کو ملے

اُس سے پوچھیں یہ ہمارے عہد کی صورت ہے کیا
کوئی صورت آئینہ آثار گر ہم کو ملے

سن رہے ہیں غور سے ہم وقت کی آواز کو
شاید اس میں کوئی لفظ معتبر ہم کو ملے

حسن کے اسرار پھر اُس پر ہوں کیسے منکشف
دیدہ ور ہی جب گرفتارِ نظر ہم کو ملے

دائروں میں ہی کٹی جبکہ ہماری زندگی
سوچنا کیا! تیری جانب کیوں سفر ہم کو ملے

لفظ بوسے بن کے اُتریں صبر ان کو چوم لیں
احترامِ لفظ کی دولت اگر ہم کو ملے

☆.....☆☆.....☆

میں خود سے دور ہوتا جا رہا ہوں
 بہت مجبور ہوتا جا رہا ہوں

تمہارا قرب ہے خود کو مٹانا
 لہذا دور ہوتا جا رہا ہوں

بہت ظاہر کیا تھا میں نے خود کو
 مگر مستور ہوتا جا رہا ہوں

غموں سے دوستی ایسی نباہی
 کہ اب مسرور ہوتا جا رہا ہوں

شریکِ دل ہزاروں حسرتیں ہیں
غموں سے چور ہوتا جا رہا ہوں

تجلی کا کوئی لمحہ ادھر بھی
کہ میں اب طور ہوتا جا رہا ہوں

ترے اسمِ گرامی کی بدولت
مجسمِ نور ہوتا جا رہا ہوں

☆.....☆☆.....☆

ہم کو در در کی گدائی دی ہے
اور ہر چیز پرانی دی ہے

آئینہ دیکھ رہا تھا لیکن
اُس کی تصویر دکھائی دی ہے

میری دنیا کو کیا ہے برباد
اپنی دنیا کی رسائی دی ہے

لذتِ وصل مجھے خواب ہوئی
اُس نے یہ کیسی جدائی دی ہے

مجھ کو پر کاٹ کے آزاد کیا
مہرباں کیسی رہائی دی ہے

گھپ اندھیرے میں چمک بجلی کی
اور اک راہ دکھائی دی ہے

لفظ نے صبر کیا مجھ کو اسیر
غم دنیا سے رہائی دی ہے

☆.....☆☆.....☆

راہ سنسان ہو گئی ہو گی
آنکھ ویران ہو گئی ہو گی

پھول مرجھا گئے مگر خوشبو
زیب گلدان ہو گئی ہو گی

سچ کا اظہار کرنے والوں پر
بات آسان ہو گئی ہو گی

حرفِ الزام سن لیا ہو گا
بات بہتان ہو گئی ہو گی

شهر کے سمت جا رہے ہیں لوگ
بستی ویران ہو گئی ہو گی

ڈھونڈتے ڈھونڈتے سکونِ دل
جان ہلکان ہو گئی ہو گی

جبر پر صبر کرتے رہنا ہی
اپنی پہچان عمو گئی ہو گی

☆.....☆☆.....☆

ایک قصہ ان کہا ، دیوار و در میں رہ گیا
میرے ہونے کا تماشا تھا کھنڈر میں رہ گیا

خواہشوں سے مختلف ہی دیکھنا ہم کو پڑا
دیکھنا چاہا تھا جو ہم نے سفر میں رہ گیا

اک نہ اک خامی کہیں تصویر میں باقی رہی
جانے کیسا نقص یہ دستِ ہنر میں رہ گیا

گاؤں والوں سے کبھی پوچھو تو اس کی داستاں
چھاؤں کیونکر بٹ گئی اب کیا شجر میں رہ گیا

کیا بہاروں کا قصیدہ کیا خزاں کا مرثیہ
آس اور اُمید کا لکھا شجر میں رہ گیا

اب دعاؤں کے بھروسے پر چلا جاتا ہوں میں
جو بھی تھا زادِ سفر میرا وہ گھر میں رہ گیا

آج بھی محسوس کرتا ہوں بہاروں کی مہک
اک فسانہ نامکمل چشمِ تر میں رہ گیا

☆.....☆☆.....☆

جھکائے سر کو ندامت سے ہم نہیں آئے
جو سرخ رو بھی عدالت سے ہم نہیں آئے

ہم آئے ہیں نئے وجدان کے حوالوں سے
کسی بھی بابِ سماعت سے ہم نہیں آئے

خلاف رنگِ طبیعت کے زندگی گزری
اگرچہ شرطِ اقامت سے ہم نہیں آئے

سہولتیں تھیں میسر مگر نہ جانے کیوں
کہ باز عزمِ بغاوت سے ہم نہیں آئے

ہزار طرح کے الزام لے کے آئے ہیں
کسی بھی خوفِ عنایت سے ہم نہیں آئے

مٹایا نقشِ فضیلت کو اپنے ہاتھوں سے
گزر کے شہرِ ملامت سے ہم نہیں آئے

یہ اور بات تغافل کی نذر ہیں ہم لوگ
اگرچہ دورِ بصارت سے ہم نہیں آئے

ہم اہلِ درد ہیں دل کے حضور آئے ہیں
کسی کے جبر سے طاقت سے ہم نہیں آئے



خود سے ہم کچھ سوال کیا کرتے
طے یہ کارِ محال کیا کرتے

ہم اندھیروں سے ہو گئے مانوس
روشنی کا خیال کیا کرتے

اُس کی مرضی پہ مطمئن ہیں ہم
رنج کیسا، ملال کیا کرتے

خامشی بھی ہے اب تو رسوائی
پر کسی سے سوال کیا کرتے

دوستوں سے چھپا لیا چہرہ
ان سے ہم عرضِ حال کیا کرتے

صبح اُس کی ہے شام بھی اُس کی
یہ عروج و زوال کیا کرتے

دل شکستہ ہوا، عزیز ہوا
اور ہم دیکھ بھال کیا کرتے

ورد بھی صبر بھی عطا اُس کی
زخم کا اندمال کیا کرتے

☆.....☆☆.....☆

سخن سناتا ہوں لب پر گلاب رکھتا ہوں
ہزار طرح کے دل پر عذاب رکھتا ہوں

ہزار طرح کی بے وقعتی کو دیکھا ہے
میں بے کلاہ سہی پھر بھی آب رکھتا ہوں

میں اہل بزم پہ اتنا ہی آشکار ہوا
خود اپنے آپ سے جتنا حجاب رکھتا ہوں

نظر اٹھا کے مری سمت ایک بار تو دیکھ
میں تیرے برق تبسم کی تاب رکھتا ہوں

تری نگاہ نے جتنے سوال مجھ سے کیے
لبِ خموش میں اُن کے جواب رکھتا ہوں

میں دیکھ لیتا ہوں ہر روز دل کا آئینہ
یوں اپنے فردِ عمل کا حساب رکھتا ہوں

رہے یہ سلسلہٴ انوارِ تا ابد قائم
میں ماہتاب ہوں اک آفتاب رکھتا ہوں

☆.....☆☆.....☆

زندگی سے کٹ کر بھی زندگی گزارا ہے
کیسی انکساری ہے کیسی وضعداری ہے

جسم پر ہوا کا بھی لمس اب تو بھاری ہے
سانس لینا مشکل ہے کیسی برفباری ہے

رات بھر ستاروں نے حوصلہ دیا مجھ کو
رات کتنی بوجھل تھی، صبح کتنی پیاری ہے

اُس نے نرم لہجے میں بات کی سلیقے سے
بات اک ذرا سی تھی پھر بھی زخم کاری ہے

فتح کا نشان اُس کا دیکھنے کے قابل ہے
جیسے ساری دنیا میں اک وہی شکاری ہے

دوستوں کے دکھ سارے مجھ کو اپنے لگتے ہیں
میں نے کب سہولت سے زندگی گزاری ہے

جانے بات کیسی ہے پر یہ اک حقیقت ہے
دوستوں سے بچتے ہیں دشمنوں سے یاری ہے

☆.....☆☆.....☆

خوشحالی

جب یہاں پانی نہ تھا
دونوں کنارے ایک تھے

اور

جب پانی ملا
تو فاصلے بڑھتے گئے

☆.....☆

پنج سالہ منصوبہ

جوتے پالش کرنے والا
سوچ رہا ہے
میری قسمت کب چمکے گی

☆.....☆

نذمت

ظلمت کو کونسے سے

کچھ فائدہ نہ ہوگا

آؤ

دیا جلائیں

☆.....☆

صاف پانی کی مچھلی

وہ بھلا

ذکر کس سے کرے

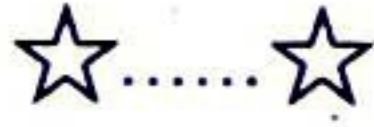
زندہ کیسے رہے

جل.....جسے سارہ ہی گندہ ملے

☆.....☆

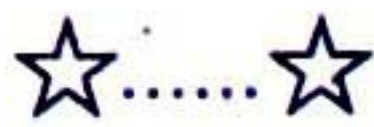
اعتراف

ہم نے اپنے چہرے کو
آپ ہی بگاڑا ہے
آئینے سے کیا شکوہ
آئینہ تو سچا ہے



سنہری مچھلی

رنگ تو میرا سنہرا ہے
مگر.....میرا بدن
سارے پانی کو سنہرا تو نہیں کر سکتا



غفلت

میں نے اپنے دشمن کو
اس طرح نہیں دیکھا
جس طرح سے دشمن کو
دیکھنا ضروری تھا

اور اُس کی باتوں کو
اس طرح نہیں سوچا
جس طرح سے باتوں کو
سوچنا ضروری تھا



ملکیت

جس طرح سے کوئی شے
صرف جاننے ہی سے
ملکیت نہیں بنتی
اس طرح سے میرا دل
جاننا ہے خوشیوں کو



تخریب کار

اشکبار آنکھوں سے
اپنے گھر کے آنگن میں
کچھ جلے لباسوں کو
کر رہا ہوں میں یکجا
جو لباس بچوں نے
عید پر پہننے تھے



حل

خود سے بات کرنے کا
وقت ہی نہیں ملتا
اس لیے مسائل کا
حل کبھی نہیں ملتا



یاد

گا ہے گا ہے رات
فلک پر
دیپ جلا کرتاروں کے
سورج کو کرتی ہے یاد



؟؟؟

بات اب فراست کی
ہلکے پھلکے لہجے میں
لوگ کیوں نہیں سنتے

☆.....☆

انتظار

میں اپنی پہچان کھو چکا ہوں
کوئی تو آئے..... جو
نام مجھ کو مہربانے

☆.....☆

مداخلت

چاہے پٹ نہ کھول
پھر بھی آئے گی
ترے کمرے میں
بارش کی ٹھنڈک
برکھا کی آواز

☆.....☆

یفلکیشن (Reflection)

دھوپ کھلی ہے

آج بڑی مدت کے بعد

میں بھی..... گھر کی چھت پر جا کر

لے کر اپنے دل کا شیشہ

لوگوں پر لشکارا ڈالوں

☆.....☆

آزادیء تحریر و تقریر

بات وہ سن بھی نہی

جو کہی نہ گئی

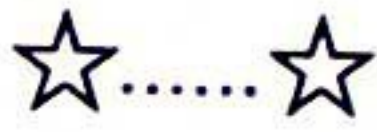
لفظ وہ پڑھ لیے

جو لکھے نہ گئے

☆.....☆

پناہ گاہ

روح اک جزیرا ہے
جسم کے سمندر میں
تم نے کیا یہ سوچا ہے؟



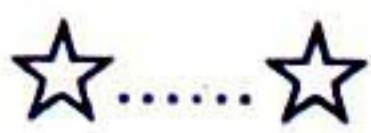
کب تک

اچھی باتیں، اچھے چہرے
کب تک یاد رکھوں
خود کو دھوکا دوں



پرواز

آسماں پہ اڑتے ہیں
ایسے بات کرتے ہیں
جیسے اک پرندہ ہوں



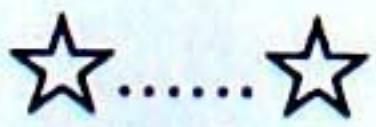
خوشبو، ہلکی ہوتی ہے

اُس کی یادوں کی خوشبو
دل میں جب بھی آتی ہے
دُور تھکن ہو جاتی ہے



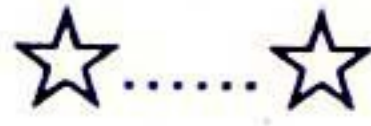
آلودگی (Pollution)

فضا میں چمنیوں سے جب دھواں سا پھیل جاتا ہے
پرندے رُوٹھ جاتے ہیں
پرندے رُوٹھ جائیں گے
سندیسہ کون لائے گا
بہاریں کیسے آئیں گی
یہ موسم کیسے بدلے گا



تذبذب

ایک حسرت ہے تہ نشیں دل میں
ہے نظر میں گمان کی وادی
اور اک خانہ یقین دل میں



قصہ جاگتی آنکھوں کا

خواب کیوں نہیں آتے
خوابگاہ سلامت ہے
اور..... جاگتی آنکھیں!



پچھتاوا

اور ہی نظاروں میں
گم ہوئی ہے بینائی
آسماں سے کیا شکوہ
آسماں تو روشن ہے



سہ حرفیاں

سہ حرفی سی ہے
 اُس کی شکل مجھے
 اچھی لگتی ہے



باہر بارش تھی
 میری کموے میں
 آنکھیں بھگ گئیں



پڑھتا رہتا ہوں
 اپنا آپ سمجھنے کو
 لکھتا رہتا ہوں



بہتی راتوں کو
 کیسے دوں ترتیب
 ابھی باتوں کو



سچ لکھنا تو مشکل ہے
 جھوٹ بھی نہیں لکھا
 میں خاموش رہا



یہ زہر نہیں چکھا
 کڑوا ہوتا ہے
 سچ حرف نہیں لکھا



کیا کیا سوچا تھا
 گھر کے آنگن میں
 کیا کیا دیکھا ہے



پل پل گنتے رات
 درد سمندر میں
 آخر گل گئی ذات



اک تیرے رویے نے
میں چٹان جیسا تھا
کر دیا ہے مجھ کو موم



اپنے گھر آنگن
کھلتے دیکھے ہیں
پیلے زرد گلاب



اب تک دکھتی ہیں
آنکھوں میں کیا ہے
اک سپنا یا دھول



بچوں کو پڑھاؤں بھی
باتوں باتوں میں
اپنا سبق دہراؤں بھی



آسیب تھے کیسے کیسے ڈر کے
 نکلا جو دن تو سو گئے ہم
 جاگے ہوئے تھے رات بھر کے

تم سمندر سے پیار کرتے ہو
 اور قطروں سے تم کو نفرت ہے
 وچتا ہوں کہ کیا کہوں تم سے

میری عمر کا حاصل
 اک بھنور خیالوں کا
 اور دور اک ساحل

صرف بجلی چمکتی رہتی ہے
 صرف بادل گرجتا رہتا ہے
 اور بارش، سو ہم سے روٹھ گئی

☆.....☆☆.....☆

نذر کشمیر (ماہیے)

کہتے ہوئے ڈر لاگے

پیاس بجھامیری

بہتے ہوئے دریا سے



ہم سینہ فگاروں کا

جنت نہیں دوزخ ہے

کشمیر چناروں کا



اک ظلم کی بستی پر

کشمیر گواہی دے

انسان کی پستی پر



بس اتنی کہانی ہے

جلتی ہے بہاروں میں

کشمیر کی رانی ہے



یہ زہر تو پینا ہے

جو عہد نہیں اپنا

اس عہد میں جینا ہے



سیدنا بلال حبشیؓ

مجھے جب اُس کا خیال آئے
تو اس کی لکنت بھی یاد آئے
ٹھہر ٹھہر کے ادائیگی تھی
چہار جانب وہ نغمگی تھی
کہ لفظ خوشبو سے کھلتے جائیں
زمیں، زمانے مہکتے جائیں
اذان اُس کی وجودِ صحرا میں
ایک کھلتا گلاب جیسے
جو زندگی کو نوید بخشے
زمین پر آفتاب جیسے
ہے نام اُس کا گلِ اطاعت
اُسی سے ہے عزمِ استقامت
ملی ہو جس کو رفاقت اُس کی
محبت اُس کی عنایت اُس کی
وہ ہم سے افضل وہ ہم سے بہتر
سلام اُس پر سلام اُس پر



نشانہ لے کے چلا تیر اور کمان کو دیکھ
شکار جس پہ ہے موجود اُس چٹان کو دیکھ

سمندروں کے سفر کے بھی کچھ تقاضے ہیں
ہوا کے رُخ کو سمجھ اور بادبان کو دیکھ

کئے ہوئے ہے تری آنکھ ہی تجھے مستور
ترا ظہور ہے ہر جا ذرا جہان کو دیکھ

نہ پاسباں ہے نہ دیوار روکنے کے لیے
خدا کا گھر نہیں دیکھا تو اس مکان کو دیکھ

تجھے بھی رشتہء ارض و سما سمجھ آئے
زمین سے ہوتے ہم آغوش آسمان کو دیکھ

یہ روشنی ہے سحر کی یہ ہے کرم اُس کا
دعائے نیم شبی کی ذرا اڑان کو دیکھ



خزاں کا روپ لئے موسم بہار میں ہیں
لٹے ہوئے کسی چہرے کے اعتبار میں ہیں

حروف بکھرے ہوئے ہیں سماعتیں موقوف
طلوعِ صبحِ غزل ہی کے انتظار میں ہیں

وہ کیسی صبح تھی جب ہم سفر پہ نکلے تھے
سو آج شامِ تمنا کے مرگ زار میں ہیں

ہمارے عشق نے زنجیر ہم کو پہنائی
یہ واقعہ ہے کہ ہم حسن کے حصار میں ہیں

سمجھ میں آ نہیں سکتے ہمارے نقش و نگار
کہ سنگ میں ہیں کبھی ہم کبھی شرار میں ہیں

کہاں سے لائیں نئے عہد کی نئی تعبیر
گرفتِ خواب میں ہیں اور اسی خمار میں ہیں

☆.....☆☆.....☆

کچھ کچھ یاد آتا ہے ہم بھی اُس کو چے میں ٹھہرے تھے
جس کا نام جوانی ہی تھا جس کے رنگ سنہرے تھے

اُس کی ناز ادائیں ساری قتل کریں بدنام کریں
ایک زمانہ اُس کا واقف اک ہم ہی بے بہرے تھے

ہم نے بھی کچھ سپنے دیکھے پر تعبیر تلاش نہ کی
خواب بھری آنکھوں پر یاڑو گہری نیند کے پہرے تھے

ساحل جانب آتی لہروں کی تحریریں کیا پڑھتے ہم
چاروں اور کھلے سمندر ساکت تھے اور گہرے تھے

ہم نے بھی غواصی کی کچھ ہیرے کنکر لے آئے
سوچ سمندر پر دنیا کے کیسے کیسے پہرے تھے

آخر دنیا مان گئی کہ ہم نے سب کچھ ٹھیک کیا
گردش میں تھا ایک زمانہ ہم جس موڑ پہ ٹھہرے تھے

☆.....☆☆.....☆

بس اک ثواب کی خاطر بڑے عذاب سے
مگر وہ آنکھ کا دریا جو غم کے ساتھ ہے

نہ جانے کون سی ہے اس میں مصلحت شامل
ہماری جان کا دشمن، ہمارے ساتھ رہے

یہاں تو لوگ سبھی سایے کی تلاش میں ہیں
کوئی تو ہو جو اُسے دھوپ چھوڑنے کو کہے

ہمیں تو حسنِ سرِ راہ نے کیا زنجیر
فسانہ منزلِ نایافت کا کوئی تو لکھے

زمانہ لاکھ ہمیں قید میں رکھے لیکن
دریچہ یاد کا اُس کی مگر کھلا ہی رہے

کہ ہم اسیرِ تضادات ہی رہے وانی
یہ دل کچھ اور کہے ہے زمانہ اور کہے

☆.....☆☆.....☆

سفر میں بھی سفر کی خواہشیں ہیں
مجھے یہ کیسی خود سے رنجشیں ہیں

سکوں کا لفظ متروک لغت ہے
مقدر میں سبھی کے گردشیں ہیں

نہ جانے گھر سے باہر کیا کشش ہے
اگرچہ گھر میں سب آرائشیں ہیں

یہ آنکھوں میں نمی کیوں آگئی ہے
یہ دل صحرا پہ کیسی بارشیں ہیں

میں خود سے کیوں الجھتا جا رہا ہوں
مرے اندر یہ کیسی شورشیں ہیں

مقدر کا ستارا ڈھونڈتے ہو!
تمہاری خواہشیں ہیں کوششیں ہیں

☆.....☆☆.....☆

ذو معنی اشارہ بھی ترے پیار میں دیکھا
اقرار کا پہلو اسی انکار میں دیکھا

کیا رنگ تھے لفظوں میں بسائے ہوئے خوشبو
ایسا کہاں لہجہ کسی گفتار میں دیکھا

یوسف تھے کئی کوئی خریدار نہیں تھا
اک طرفہ تماشہ ترے بازار میں دیکھا

اک نیند کا منظر تھا نگاہوں میں سبھی کے
اک خوابِ عجب دیدہ بیدار میں دیکھا

کیا دن کے اُجالوں کی خبر آئے گی ہم تک
روزن سا کوئی ہم نے بھی دیوار میں دیکھا

اک کربِ مسلسل تھی مری خامشی مجھ پر
کس درجہ سکوں جرأتِ اظہار میں دیکھا

ساحل کبھی دیکھا، کبھی منجدھار کو دیکھا
لہروں سے اُلجھتے کبھی پتوار کو دیکھا

اب دل میں نہ اُمید نہ آنکھوں ہی میں آنسو
ہم جیسا جہاں میں کسی نادار کو دیکھا

سورج سے توقع ہے نہ بادل سے غرض ہے
ہم جیسوں نے کب سایہ دیوار کو دیکھا

حیرت ہے کہ حسرت ہے حقیقت کہ فسانہ
کیا تم نے کسی چشمِ طرحدار کو دیکھا

سایے کو بھی حسرت کہ مسافر کوئی ٹھہرے
دیوار نے بھی سایہ دیوار کو دیکھا

جو ہجر کی قیمت بھی ادا کر نہیں سکتا
اُس وصل کی خواہش کے خریدار کو دیکھا



جو لفظ کر دیئے باہم تمام اچھے تھے
اگرچہ رنگ تھے مدہم تمام اچھے تھے

بس ایک بار فضا میں وہ زلف لہرائی
پھر اُس کے بعد کے موسم تمام اچھے تھے

یہ اور بات کہ آنکھیں کسی کی نم نہ ہوئیں
تری جدائی میں ماتم تمام اچھے تھے

یہ کیا ہوا کہ ترا غم نہ کر سکے برداشت
وگر نہ درد کے موسم تمام اچھے تھے

نصیب میں ہی نہیں تھا شفا کہاں ہوتی
ہمارے زخم کے مرہم تمام اچھے تھے

کوئی نہ لایا سندیسہ بہار کا اب تک
وگر نہ ہاتھوں میں پرچم تمام اچھے تھے

☆.....☆☆.....☆

ابھی کچھ اور اُنہیں بننا اور سنورنا ہے
پھر اُس کے بعد قیامت کو ہی گزرنا ہے

زمیں نے جس کو ستارہ کبھی بنایا تھا
اب آسمانوں پہ اُس کو تلاش کرنا ہے

کبھی میں اپنے تعاقب میں گھر سے نکلا تھا
اب اس خیال میں اس عمر نے گزرنا ہے

سجائے رکھتا ہوں میں آنسوؤں کو آنکھوں میں
کہ آ بگینوں میں اک عکس نے اُترنا ہے

یہ اہتمام یہ آرائشیں ہیں پھر کیونکر
سنورنے والی ہر اک چیز کو بکھرنا ہے

میں اُس کے گھر کے نہایت قریب بیٹھا ہوں
کبھی تو اُس کو اسی راہ سے گزرنا ہے

☆.....☆☆.....☆

پھر وہی شام اور تنہائی
المدد اے مری شکیبائی

جانیتا ہوں اسی لیے چپ ہوں
میری فریاد ، میری رُسوائی

اُس کے معنی تلاش کرتا ہوں
ایک آواز دور سے آئی

ایسے پتوں کی کیا رہی وقعت
ایک آندھی جنہیں اڑا لائی

کچھ نہ کچھ تو سمجھ میں آئے گا
حرف سے کیجئے شناسائی

درد کو اپنے بس میں ہی رکھا
چل رہی تھی اگرچہ پروائی

☆.....☆☆.....☆

یہ لوگ کیا ہیں، جنہیں روز دیکھا کرتا ہوں
میں خود سے دور نکل کر تماشا کرتا ہوں

خود اپنی ذات کو اس طرح تنہا کرتا ہوں
ہر آئینے میں ترا عکس دیکھا کرتا ہوں

بدن پہ جس نے مرے دھوپ تان رکھی ہے
میں اپنے جسم کا اُس پر بھی سایا کرتا ہوں

کہاں ہے چاند جو نکلے تو روشنی بخشے
بہ چشمِ نم میں ستاروں سے اُلجھا کرتا ہوں

مجھے بھی خواب کی صورت بکھر ہی جانا ہے
کہ چلتے پھرتے یہی خواب دیکھا کرتا ہوں

جو مرے پاس ہے اُس کا تو اعتبار نہیں
جو ترے ہاتھ ہے اُس پر بھروسا کرتا ہوں

☆.....☆☆.....☆

وہ میری نیندوں میں بس ایک خواب جیسا ہے
کہ آسماں کی طرح اک حجاب جیسا ہے

بہت پڑھی ہیں کتابیں سو اُس کو بھی پڑھ لیں
سنا ہے اُس کا بھی چہرہ کتاب جیسا ہے

وہ روشنی ہے کہ خوشبو ہے کچھ نہیں معلوم
گلاب رنگ ہے یا ماہتاب جیسا ہے

یہ میری آنکھوں میں ٹھہرا ہوا حسین منظر
کہ ایک شہر کوئی زیرِ آب جیسا ہے

مجھے بھی رقص کی عادت ہے اس زمیں کی طرح
وہ رُوبرو ہے مرے آفتاب جیسا ہے

کبھی کبھی مجھے اے صبرِ یہ ہوا محسوس
کتابِ غم میں وہ خوشیوں کے باب جیسا ہے

☆.....☆☆.....☆

حیراں ہیں ترے شہر میں راحت کے طلبگار
دیوار کہاں اور کہاں سایہ دیوار

چہروں پہ تردد کے بھی آثار نہیں ہیں
آواز سے انکار نہ حالات سے انکار

اک ٹھیس تھی قیمت سو ہمیں آج ملی ہے
شیشے میں سنبھالا تھا کبھی ذات کا پندار

کچھ اہل نظر دیکھ کے حیران بہت ہیں
یہ رقص جنوں اور تری شوخیء رفتار

کچھ اور ہی سودا مرے سر میں ہے سمایا
سجتی ہی نہیں اب تو کسی طرح کی دستار

پابندِ سلاسل ہو تو اک رقص ہے آواز
نغموں میں بھی ڈھل جاتی ہے زنجیر کی جھنکار

☆.....☆☆.....☆

غزل کہنے میں مشکل ہو رہی ہے
تری تصویرِ حائل ہو رہی ہے

یہ کیوں حیرتِ مقابل ہو رہی ہے
حریفِ دیدہ و دل ہو رہی ہے

تمہاری چشم و ابرو کی اشارت
نشانِ راہ و منزل ہو رہی ہے

بھنور کے ساتھ ہی جو رقص میں تھی
وہ کشتیِ غرقِ ساحل ہو رہی ہے

ہوا کیا ہے تری چشمِ کرم کو
کہ میرے غم سے غافل ہو رہی ہے

مری فریاد میں اے ہجر کی شب
ضیا کیسی یہ شامل ہو رہی ہے

☆.....☆☆.....☆

غزل کے پردے میں کچھ خود سے گفتگو کر لیں
گریباں چاک ہوا کوششِ رفو کر لیں

بس اک اُمید ہے شاید کہ بات بن جائے
جو اشک باقی ہیں ان کو اگر لہو کر لیں

یہ کس تلاش میں کعبہ کی سمت جاتے ہیں
جو ہو سکتے تو کبھی اپنی جستجو کر لیں

کسی طرح سے گھٹے ہجر کی یہ تاریکی
خیالِ دوست کی شمع کو روبرو کر لیں

ہماری جان کے دشمن ہیں وہ ہمیں تسلیم
نظر ملا کے کبھی ہم سے گفتگو کر لیں

پھر اُس کے بعد بتانا کہ روشنی کیا ہے
چراغِ جاں کو ذرا اُس کے روبرو کر لیں

☆.....☆☆.....☆

مری تشنگی کا آخر کوئی سید باب آئے
کسی حلقہ سخن میں کوئی حرفِ آب آئے

میں ہوں نیند سے گریزاں مرا جاگنا پریشاں
جسے کر سکوں میں حاصل کوئی ایسا خواب آئے

کوئی روشنی جہاں میں مگر مستقل نہیں تھی
کئی آفتاب اُبھرے کئی ماہتاب آئے

جسے میں گلاب سمجھوں جسے سب گلاب جانیں
سر شاخسارِ ہستی کبھی وہ گلاب آئے

جو گھرے تھے بیچ دریا انہیں مل گیا ہے ساحل
وہ جو ساحلوں پہ ٹھہرے وہی زیرِ آب آئے

وہی لمس ہے ہوا کا وہی کیف ہے فضا میں
یہ نگاہ منتظر ہے کوئی بے حجاب آئے

☆.....☆☆.....☆

خوابوں کی تعبیر ہے مشکل کس نے انہیں تسخیر کیا
کس نے ہوا میں گرہ لگائی پانی کو زنجیر کیا

پھولوں جیسا ایک تبسم اپنے لبوں پر رقصاں ہے
ہم نے تو امروز کو اپنے ماضی سے زنجیر کیا

لاکھ خرابی سے ہم گزرے آج مگر اس سوچ میں ہیں
دیواریں ہی دیواریں نہیں، کیسا گھر تعمیر کیا

آڑی ترچھی چند لکیریں یا رنگوں سے کھیلا کھیل
کس نے یہاں احساس کو سمجھا کس نے انہیں تصویر کیا

کس نے نئے مفہوم تراشے! معنی بھی تبدیل کیے
ایک محبت لفظ تھا جس کو ہم نے بے توقیر کیا

پہلے پہل تو ہم لوگوں نے کیا کیا درد جگائے تھے
لفظ لکھے بے معنی نکلے نالہ بے تاثیر کیا

☆.....☆☆.....☆

ہر چند زندگی مری وقفِ الم ہوئی
اس شہر سے تو میری محبت نہ کم ہوئی

دیوارِ ہجر ساتھ رہی میں جہاں گیا
زنجیرِ پا سے وصل کی خواہش نہ کم ہوئی

میں وہ انا پرست جسے سر عزیز ہے
گردن کسی کے سامنے میری نہ خم ہوئی

جو آبروئے شہر بہاراں تھی کیا کہیں
بادِ خزاں چلی تو وہ زیرِ قدم ہوئی

تعمیر ہو رہی ہیں نئی بستیاں مگر
سوچو کسی سے دشت کی وسعت نہ کم ہوئی

اک ذکرِ شب کا مجھ کو قرینہ نہ آسکا
حالانکہ ساری عمر ہی نذرِ قلم ہوئی

☆.....☆☆.....☆

نذرِ غالب

(وہی ہم ہیں نفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے)

تقاضا اب یہاں پرچم کا ہے اور نہ سر کا ہے
کہ اب تو مسئلہ دیوار و در کا اور گھر کا ہے

خزانے میں ہمارے فقر ہے اور بے نیازی ہے
اگرچہ شہر میں معیارِ انساں سیم و زر کا ہے

منازل طے کئے جاتے ہیں اُس کا ذکر ہے لب پر
اثاثہ اور بھروسہ بس اسی زادِ سفر کا ہے

کبھی دنیا تماشہ ہے کبھی ہم خود تماشہ ہیں
سو یہ محسوس ہوتا ہے تماشہ ہی نظر کا ہے

کسی دستِ ہنر کا لفظ و معنی سے تعلق کیا
یہ لب اعجاز تو احباب کے حسنِ نظر کا ہے

☆.....☆☆.....☆

میری تقدیر بدل جانے کی تدبیر کرے
وہ مری ڈھال بنے یا مجھے شمشیر کرے

امن کے شہر سے نکلے ہوئے مدت گزری
حالتِ جنگ میں ہوں کوئی مجھے تسخیر کرے

آرزوؤں کا قفس ساتھ لئے پھرتا ہوں
ہے کوئی صاحبِ دل جو مجھے زنجیر کرے

اک زمانہ ہے کہ درپے مری تخریب کے ہے
کاش میرا ہی زمانہ مری تعمیر کرے

اُس نے بھی روزِ ازل وعدہ لیا تھا ہم سے
وہ دعاؤں کی بھلا کیسے نہ توقیر کرے



ایک زینہ اتر رہا ہوں میں
 یا بلندی پہ آ گیا ہوں میں
 وصل کا ذکر اُس میں کیا ہو گا!
 ہجر کا باب پڑھ رہا ہوں میں
 ہر طرف جاگنے لگی آنکھیں
 ایسا لگتا ہے سو گیا ہوں میں
 اک پرندہ بھی آسماں میں نہیں
 قید میں کیسی آ گیا ہوں میں
 اجنبی لوگ اجنبی چہرے
 دوست احباب ڈھونڈتا ہوں میں
 روشنی گم ہوئی نہ جانے کہاں
 دن ہے سورج کو ڈھونڈتا ہوں میں
 چاند تارے بھی ہو گئے خاموش
 جگنوؤ تم سے پوچھتا ہوں میں
 جو نہ چاہا تھا دیکھتا ہوں وہ
 جو نہ چاہا تھا لکھ رہا ہوں میں
 اور کیا صبر مجھ کو لکھنا تھا
 اپنا ہی نوحہ لکھ رہا ہوں میں

☆.....☆☆.....☆

ہر اک کو اب یہاں اپنی پڑی ہے
مری تحریر بھی سہمی پڑی ہے

ہوا نے قید کر رکھا ہے سب کو
ہوا سے دوستی مہنگی پڑی ہے

محبت میں گرہ آنے نہ دینا
اگرچہ ڈور یہ اُلجھی پڑی ہے

غزل کے سائباں میں آن بیٹھو
کہ باہر دھوپ کی زردی پڑی ہے

انہیں معلوم ہے منزل کا رستہ
مگر رستے میں مجبوری پڑی ہے

محبت کا صحیفہ اک اُجالا
مگر یہ روشنی مہنگی پڑی ہے

ذرا دیکھو تو چل کے گھر سے باہر
کہیں رستے میں ہی پونجی پڑی ہے

سمندر سے عداوت کا نتیجہ
ہر اک بدلی یہاں پیاسی پڑی ہے

چمن کا حال ہم سے پوچھنا کیا
ہر اک سو داستاں بکھری پڑی ہے

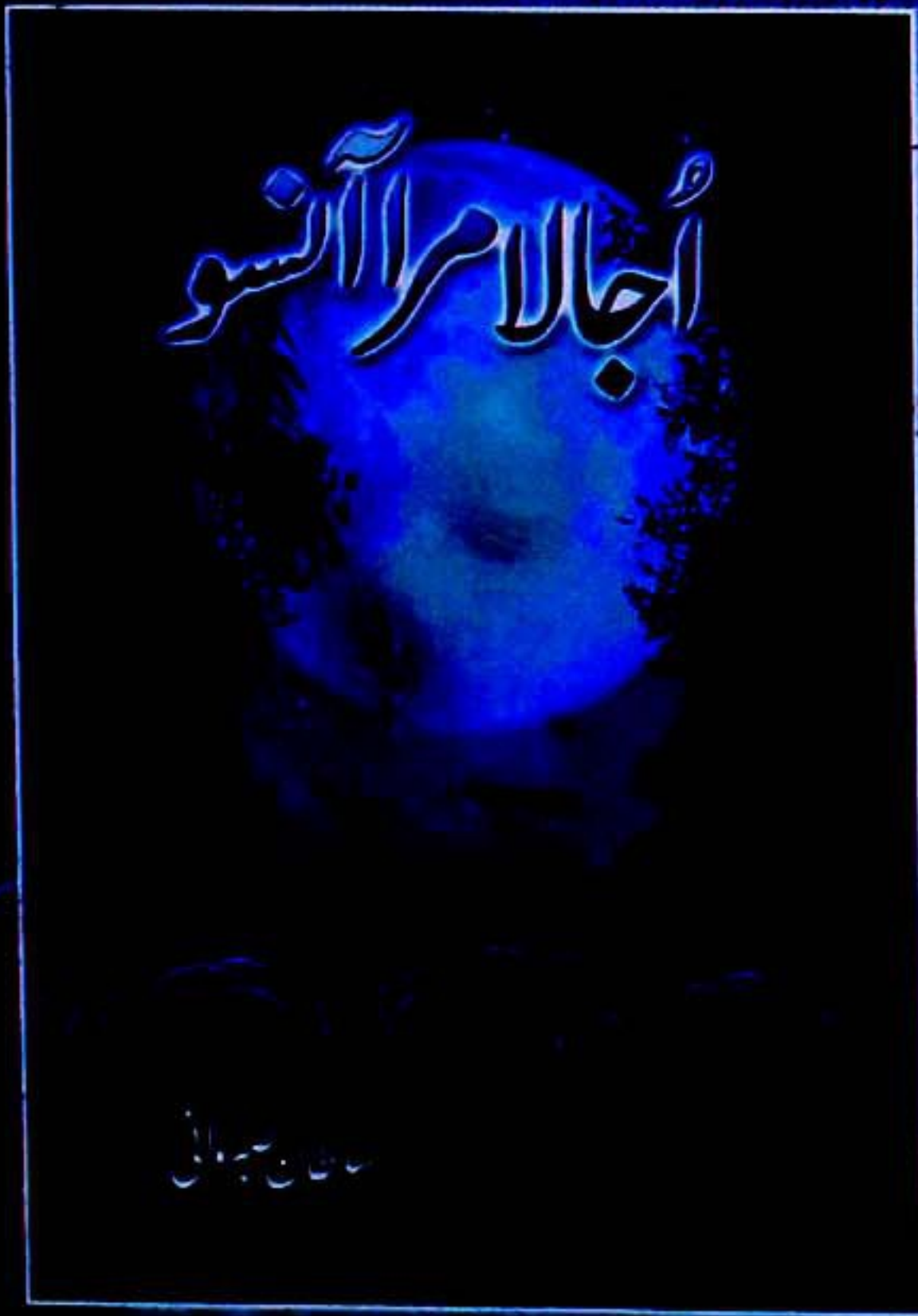
مکینوں کو نہ جانے کیا ہوا ہے
حویلی آج کیوں سونی پڑی ہے

کھویا ہے نہ کوئی ہے مسافر
کنارے پر مگر کشتی پڑی ہے

لگے ہیں زخم شیشے کے بدن پر
کوئی تصویر تھی ٹوٹی پڑی ہے

حرارت زندگی تھی موت ہے اب
بلا کی اس دفعہ گرمی پڑی ہے

☆.....☆☆.....☆



أجلال امرا السنو

سیدنا محمد علی

مصنف کی دیگر کتب

۱۹۸۲ء

سوج آئینہ

۱۹۹۵ء

حرف خبر

۲۰۰۱ء

فیروز عصر

۲۰۰۳ء

شاعری چھاؤں گھی